بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے اکتالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

482

رمضان ۱۴۲۶ھ

اکتوبر 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۲۷۔۱۴۲۶ھ ۔۶/ ۲۰۰۵ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
دورہ حدیث	پیر	14 نومبر 2005
دورہ حدیث	منگل	15 نومبر 2005
موقوف علیہ	بدھ	16 نومبر 2005
درجہ تکمیل، سادسہ	جمعرات	17 نومبر 2005
درجہ خامسہ	ہفتہ	19 نومبر 2005
درجہ رابعہ	اتوار	20 نومبر 2005
درجہ ثالثہ	پیر	21 نومبر 2005
درجہ ثانیہ، اولیٰ	منگل	22 نومبر 2005
اعدادیہ، متوسطہ	بدھ	23 نومبر 2005 (**افتتاح** انشاءاللہ)

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۰ شوال تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائینگی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ کیلئے ۱۳۔۱۴ شوال بمطابق 17-16 نومبر بروز بدھ، جمعرات صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ بلائینگے۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا و تخصص فی الحدیث کیلئے درخواستیں ۱۱ شوال تا ۱۴ شوال بمطابق 14 نومبر تا 17 نومبر وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ ۱۶ شوال بمطابق 19 نومبر بروز ہفتہ صبح 10 بجے ہوگا۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جیّد جداً حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز اردو، عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔

نوٹ: (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا (۲) گزشتہ سال درجہ اعدادیہ سے لیکر درجہ رابعہ تک اسباق اردو میں پڑھائے گئے، امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر درجہ سادسہ تک تمام اسباق اردو میں پڑھائیں جائیں گے۔ لہذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لیں گے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

ان شاء اللہ دارالعلوم کے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز 23 نومبر 2005ء بروز بدھ ہوگا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 41
شمارہ نمبر ۔۔۔۔۔ 01
رمضان ۔۔ ۱۴۲۶ھ
اکتوبر ۔۔ ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ''الحق'' کی اشاعت کے چالیس سال کی تکمیل اور نئی جلد کا آغاز۔ پاکستان میں قیامت خیز زلزلہ آزمائش' عذاب یا روشن خیالی کا وبال؟ .... مدیر ۲
حساس علاقوں میں نیٹو افواج کی آمد ملکی سالمیت کیلئے بڑا خطرہ ...... حضرت مولانا سمیع الحق ۵
نامور عالم دین مولانا اشرف علی قریشیؒ کی رحلت .... راشد الحق سمیع ۶
زلزلہ ۔۔ ہزاروں لاشیں (تاریخی عبرت آموز تحریر) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ۸
زلزلہ خسارے کا سودا اور مکافات عمل .... جناب عرفان صدیقی ۱۰
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) ...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۱۳
تہذیبوں کا عروج و زوال .... مولانا عیسیٰ منصوری ۱۸
نیو ورلڈ آرڈر؛ امن کی پیامبری یا ہتھیاروں کی سوداگری .... ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی ۲۶
اتباع سنت' مشعل راہ .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۳۱
الم نشرح کی توضیح .... حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ۳۵
یورپ کا توسیع پسندانہ رویہ .... حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی ۳۷
علم و حکمت کے پرانے چراغ .... جناب شاہد عمادی ۴۳
جنت کے مستحقین کی صفت .... پروفیسر قاضی ظلیم فضلی ۴۸
اسلامی نظام بینکاری .... حافظ شمس الرحمان ۵۵
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰
تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۱

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

کمپوزنگ بابر ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز		راشد الحق سمیع حقانی

''الحق'' کی اشاعت کے چالیس سال کی تکمیل اور نئی جلد کا آغاز

الحمدللہ آج سے ۴۰ برس پہلے ماہنامہ ''الحق'' نے ایک بے آب و گیاہ سرزمین (اکوڑہ خٹک) سے بے سروسامانی کے عالم میں توکل اعلی اللہ جس سفر کا آغاز کیا تھا آج اس کے پورے ۴۰ برس مکمل ہوگئے ہیں۔ یہ تقریباً نصف صدی کا قصہ ہونے والا ہے۔ اس طویل و مدید عرصہ میں ہر قسم کے نامساعد حالات بھی پیش آئے اور طوفان حوادث کا بھی اسے سامنا کرنا پڑا۔ مگر خدائے قدوس کے فضل و کرم سے یہ شمع حق فروزاں سے فروزاں تر ہوتی گئی۔ اور حق کی روشنی بحر ظلمات کی تاریکیوں کو چیرتی گئی۔ اور کاروان لوح و قلم منزل بہ منزل اپنے اہداف و مقاصد کے مدارج طے کرتا ہوا آج کامیابیوں کے اوج میں داخل ہو گیا ہے۔ اور ہماری یہ حتی المقدور کوشش ہے کہ یہ سلسلہ دعوتِ حق خوب سے خوب تر ہو اور غلبہ اسلام، شریعت مطہرہ کی ترویج، پاکیزہ افکار کی نشوونما، صاف ستھری صحافت کا فروغ، ذہنی و فکری آبیاری اور مظلوموں کی حمایت حسب سابق بتوفیق ایزدی کرتے رہیں۔ اور یہ نحیف آواز آج الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر اذان حق اور ایک تحریک و مکتب فکر کا روپ دھار چکی ہے۔ ہم اس سفر میں اس کے قارئین اور مقالہ نگار حضرات کے خصوصی طور پر ممنون و مشکور ہیں۔ جن کی توجہات و نگارشات اور تعاون سے یہ طویل سفر طے ہوا اور مستقبل میں بھی ان کی توجہات کے مزید مستحق اور منتظر رہیں گے۔ اس موقع پر قارئین کو یہ خوش خبری دی جاتی ہے کہ ''الحق'' کا چالیس سالہ ضخیم اشاریہ (انڈکس) جو جدید اصول تحقیق کے مطابق تیار ہو چکا ہے۔ اور اب انشاء اللہ اس کی اشاعت کا پروگرام بھی بن رہا ہے۔ جو ادبی حلقوں کے لئے خاصے کی چیز ہوگی۔ اس کے علاوہ ادارہ کی کوشش ہوگی کہ ''الحق'' کا سفر علم آگہی جو ۴۰ رسال پر محیط ہے۔ اس مناسبت سے مختلف مضامین اور انتخاب کا سلسلہ بھی پیش کیا جائے۔ اس حوالہ سے ادارہ آپ کی تجاویز، آراء اور مضامین کا منتظر رہے گا۔

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے		(غالب)

اور ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

پاکستان میں قیامت خیز زلزلہ
آزمائش، عذاب یا روشن خیالی کا وبال ؟

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت　　　گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں　　　کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں　(اقبالؒ)

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زلزلہ کا جھٹکا محسوس ہوا تو آپؐ نے زمین پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا! اے زمین تو ساکن ہو جا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم اپنی خطاؤں کی معافی مانگو اس کے بعد زلزلے کے جھٹکے رک گئے۔'' (الحدیث)

۸راکتوبر کی صبح کا سورج اہل پاکستان کے لئے قیامت صغریٰ کا پیغام بن کر طلوع ہوا۔ اس دن سورج کی شعاعیں زندگیوں کو روشن کرنے کے لئے نہیں بلکہ گُل کرنے کیلئے طلوع ہوئیں۔ صبح کا روشن چہرہ کچھ ہی دیر میں شامِ غریباں کی شکل اختیار کر گیا۔ اس زلزلہ سے صرف پاکستان متاثر نہیں ہوا بلکہ اس سے زندگی لرز اٹھی اور پوری انسانیت کانپ اٹھی اور موت کی ایسی زوردار آندھیاں اٹھیں کہ اس نے زندگی کا پیراہن چاک چاک کر دیا۔ دستِ اجل نے کسی کو نہیں چھوڑا کیا امیر کیا غریب' کیا بڑا کیا چھوٹا اور کیا نیک اور کیا بد۔ دودھ پیتے بچے' جوان بوڑھے' چرند پرند' جانور الغرض جس جس چیز میں زندگی کی رمق اور حرارت تھی اسے اجل کے ظالم ہاتھوں نے نوچ لیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ایک لاکھ سے زائد افراد اس حادثہ فاجعہ کا شکار ہو گئے۔ بستیاں' دیہات' شہر اور پورے پورے علاقے آنِ واحد میں کتابِ ہستی سے مٹ گئے۔ اسلام آباد سے مظفر آباد اور وہاں سے بالاکوٹ' بٹگرام' الائی' بشام اور شانگلہ پار کوہستان تک لاشوں کے پشتے ہیں۔ قیامت کا سماں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ زندگی سسک سسک کر موت کی تمنا کر رہی ہے۔ پچیس ہزار سے زائد بے یارومددگار یتیم بچے اس ''پُر رونق'' دنیا میں رُل رہے ہیں اور اسی تعداد کے لگ بھگ بچے سکولوں میں پڑھائی کے دوران زمین کی انگڑائی کی نذر ہو گئے۔ ان کی مائیں ان اسکولوں کے ملبے کے باہر اب تک اپنے پیاروں کی آس اور تلاش میں امید کی شمعیں روشن کئے ہوئے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے لختِ جگر دوبارہ ممتا سے آملیں۔ لیکن اتنے دن گزرنے کے بعد اب ان کی امیدیں بھی دم توڑ گئی ہیں اور بھوک و پیاس اور کھلے آسمان کی بے رحمی نے ان کو بھی دربدر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

انسانی تاریخ کو مختلف المیوں نے مختلف ادوار میں گاہے گاہے جھنجھوڑا ہے لیکن ۸راکتوبر کے زلزلے نے تو

بنی آدم کو تفریق کیا جاں بلب کر دیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قدرت نے آخر یہ کیونکر کیا؟ آیا یہ آزمائش تھی یا عذاب کی صورت تھی؟ تو اس کا جواب پاکستان کے بچے بچے کی زبان پر ہے۔ کہ یہ ہمارے حکمرانوں کے اعمال کا وبال ہے جس کی زد میں اب پوری قوم آ گئی ہے۔ حکمرانوں نے جس طرح عالمی استعمار اور کفری طاقتوں کا جس طرح بھرپور ساتھ دیا اور اس کے علاوہ آئے روز دینی شعائر اور اسلام کے ساتھ سرکاری سطح پر جو مذاق اڑایا جا رہا ہے اور جس طرح دینی اقدار اور مراکز اسلامیہ کو کمزور کرنے کے نت نئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اس کا تو لازمی یہی نتیجہ نکلنا تھا۔ سینکڑوں بے گناہ انسانوں کو پاکستان میں القاعدہ کا ساتھی بتلا کر بیدردی کے ساتھ افواج پاکستان نے قتل کیا۔ ہزاروں کو بغیر کسی ثبوت وجرم کے پابندِ سلاسل کیا گیا۔ افغانیوں کا خون پانی کی طرح بہانے میں امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا گیا۔ اس کے علاوہ ''روشن خیالی'' کی شاہراہ پر اس تیزی کے ساتھ دوڑا گیا کہ ہر اسلامی اور مشرقی روایت اور قانون کو ٹھوکروں میں اڑا دیا گیا۔ فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب نے پورے ملک کا بیڑا غرق کر دیا اور حکمران دن بدن اس کو مزید پھیلانے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ عدل وانصاف کا گلا عدالتوں میں ہی گھونٹا جا رہا ہے۔ ظالموں کی مدد کی جا رہی ہے اور مظلوموں کا قلع قمع کیا جا رہا ہے۔ دولت، جاہ ومنصب کا حصول ہر ایک کا مطمح نظر ہے۔ اور ہر شئی مال غنیمت اور سرکاری وسائل کو ذاتی جاگیر سمجھ کر لٹایا جا رہا ہے۔ تو ان حالات میں کیا زلزلے نہیں آسمان سے من وسلویٰ کی سوغاتیں نازل ہوں گی؟

امام ترمذیؒ نے حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے جس میں زلزلوں کے اسباب وعلل کی واضح نشاندہی کی گئی ہے اس میں غور وتامل کرنے سے ہمارے لئے ہزار سامانِ موعظمت وعبرت موجود ہے، فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے۔ دنیا کمانے کے لئے علم حاصل کیا جائے مرد اپنی بیوی کی فرماں برداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے۔ دوست کو قریب اور اپنے والد کو دور رکھے، مسجدوں سے شور شرابے کی آوازیں بلند ہونے لگیں، قبیلے کا بدکار ان کا سردار بن جائے اور رزیل وکمینہ آدمی قوم کا ملک اور رہنما بن جائے۔ آدمی کی عزت محض اس کے ظلم سے بچنے کیلئے کی جائے، گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان عام ہو جائیں، شراب کا دور دورہ ہو اور پچھلے لوگ پہلوں پر طعن اور طنز کرنے لگیں اس وقت آندھی زلزلے زمیں میں دھنس جانا، شکلیں بگڑنے آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے ہولناک عذاب کا انتظار کرو جس طرح کسی پرانے بوسیدہ ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے

حدیث پاک کا مضمون اور مفہوم ہمارے سامنے بالکل واضح ہے اس کے تناظر میں ان زلزلوں کے علل اور اسباب تلاش کئے جا سکتے ہیں۔ بہرحال قوم کو اجتماعی توبہ کرنا چاہیے اور حکمران بھی اپنے اعمال پر نظرثانی کریں۔ ورنہ

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حساس علاقوں میں نیٹو افواج کی آمد
ملکی سالمیت کیلئے بڑا خطرہ

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اس حساس موضوع پر فوری ردعمل کا اظہار پریس اور میڈیا میں اخباری بیان کی صورت میں کیا۔ جو ۲۷ راکتوبر ۲۰۰۴ء کو پورے ملک اور بیرون ملک پریس میڈیا میں شائع ہوا۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اسے ادارتی صفحات میں بھی شائع کیا جارہا ہے۔......ادارہ

جمعیت علما اسلام کے سربراہ سینٹر مولانا سمیع الحق نے زلزلہ زدگان کی امداد کے نام پر پاکستان میں نیٹو افواج کی آمد پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ صورتحال پاکستان کے دفاع اور سالمیت کیلئے خطرناک سیکورٹی رسک ہے' کیونکہ زلزلہ زدہ علاقہ بھارت اور چین جیسے اہم پڑوسی ممالک سے ملا ہوا ہے۔ ایسے حساس علاقوں کو اسلام دشمن افواج اور قوتوں کی آماجگاہ بنانا اپنے لئے کنواں کھودنے کے مترادف ہے۔ ایسے ہی خطرات کی وجہ سے پاکستان نے بھارت کے ہیلی کاپٹروں کو انڈین پائلٹوں کی وجہ سے مسترد کردیا ہے جبکہ مغربی اتحادی افواج ہمارے لئے ان سے زیادہ خطرناک ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہماری امن فوج پانچ لاکھ کی تعداد میں ہے اور تین ڈویژن پاکستان کی افواج زلزلہ زدہ علاقہ میں تاریخ کا عظیم الشان قابل تحسین کردار ادا کررہی ہیں۔ ہماری فوج میں ستر ہزار انجینئر ہیں' شاہراہ قراقرم دنیا کا آٹھواں عجوبہ اور کشمیر کی سڑکوں کو ان لوگوں نے اور ایف ڈبلیو نے بنایا۔ ہمارے فوجی نیٹو سے ہزار درجہ بہتر کارکردگی دکھا چکے ہیں۔ افغانستان کے بعد اگر نیٹو کا دائرہ ہم نے اپنے ملک میں بڑھا دیا تو ہم چین وغیرہ کی ناراضگی مول لے کر تنہارہ جائیں گے۔ اور مغربی افواج کو اپنے ہاتھوں کشمیر میں قدم جمانے کا موقع دے دیں گے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمیں ہیلی کاپٹروں اور دوسری مدد کی ضرورت ہے مگر ساتویں بیڑے کی طرح اس کے صرف وعدے کئے جارہے ہیں جبکہ ہمیں ان کے مین پاور کی ضرورت نہیں۔ ایسے حالات میں پارلیمنٹ کو بائی پاس کر کے بیرونی افواج کو اپنے ملک میں مداخلت اور دخل اندازی کا موقع دینا ہرگز دانشمندی نہیں ہے جبکہ ان قوتوں کی پاکستان اور عالم اسلام کے بارے میں عزائم کسی سے مخفی نہیں۔ پھر افغانستان میں نیٹو کی افواج کی موجودگی کے باوجود وہاں کونسی بہتری لائی جاسکی ہے۔ مولانا نے کہا کہ غیروں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہم نے پڑوسی ملک افغانستان کو دشمن کے ہاتھوں تورابورا بنا دیا تھا تو انہی پالیسیوں کا مکافاتِ عمل ان ہی تاریخوں میں پاکستان پر اس عذاب کی شکل میں نازل ہوا۔ اب انہی دشمن قوتوں کو اپنی سرزمین پر کھل کھیلنے کا موقع دے کر ہم اللہ تعالیٰ کو دعوتِ غضب دے رہے ہیں۔ مولانا نے حکمرانوں سے اپیل کی کہ وہ خدارا اس گھمبیر سازش کا شکار نہ ہوں اور اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔

راشد الحق سمیع

نامور عالم دین مولانا اشرف علی قریشیؒ کی رحلت

صوبہ سرحد اور پشاور کی نامور علمی شخصیت' جامعہ اشرفیہ پشاور کے نائب مہتمم اور ادارہ تبلیغ اسلام کے بانی حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ مورخہ ۱۷/۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا قریشی مرحوم ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تمام عمر دینی' دعوتی اور ادبی سرگرمیوں میں گزری۔ آپ پشاور کی ممتاز روحانی شخصیت حضرت مولانا عبدالودود قریشیؒ کے صاحبزادے اور تاریخی مسجد مہابت خان کے خطیب حضرت مولانا یوسف قریشی کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجدؒ نے پشاور میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے ایک بڑا تعلیمی ادارہ قائم کیا' جو پشاور کے اولین مدارس میں سے ایک ہے۔ آپ کے والد ماجدؒ کا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی قدس سرہ العزیز کے ساتھ نہایت ہی عقیدت مندانہ تعلق تھا۔ انہی کی نسبت سے جامعہ کا نام بھی اشرفیہ رکھا اور ان سے لازوال محبت کی بناء پر مولانا مرحوم کا نام اشرف علی رکھا گیا۔ مولانا اشرف علیؒ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے داماد بھی اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ پروفیسر محمود الحق حقانی' الحاج اظہار الحق صاحب کے بہنوئی تھے۔ اس کے علاوہ آپ برادر محترم مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے کے سُسر بھی تھے۔ یوں آپ کی جدائی کا سانحہ ہمارے خاندان کیلئے ایک بڑا حادثہ ہے۔ مولانا مرحوم نے زندگی کے مختلف ادوار کامیابی سے گزارے۔ ایک وقت میں تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ بڑے پیش پیش رہے۔ اور اس وقت کے جابر حکمران بھٹو کے خلاف آپ نے پورے صوبے میں اپنے جوشیلے خطابت کے ذریعے بغاوت کی فضا پیدا کردی تھی۔ اس پاداش میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ سیاست کے میدان کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ اور کئی اہم موضوعات پر آپ نے کئی چھوٹی بڑی تصانیف بھی چھوڑیں۔ اس کے علاوہ آپ نے صحافتی میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں اور ''صدائے اسلام'' اور ''الاشرف'' کے مجلوں کے نام سے دین اسلام کی بڑی خدمت کی۔ اس کے علاوہ آپ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے فعال رکن بھی رہے۔ اور کئی ٹھوس موضوعات پر بڑی اہم تجاویز آپ نے کونسل کے سپرد کیں۔ مولانا مرحوم باکمال شخص تھے' زندگی کے مختلف شعبوں میں آپ نے اپنا کام اور نام ثبت کیا۔ آپ جود و سخا اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے علاوہ آپ میں تواضع اور انکساری بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چھوٹی سی چھوٹی عمر کے لوگوں

کیلئے بھی آپ سراپا انکساری اختیار کرتے۔ مولانا مرحوم میرے خصوصی مشفق اور بے تکلف دوست بھی تھے۔ مولانا مرحوم طبیعتاً انتہائی جدت پسند شخصیت کے مالک تھے اور اسکے ساتھ ساتھ آپ میں نظافت' لطافت اور نفاست اتنی زیادہ تھی کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی اور کو آپ سے زیادہ نفیس اور وضع دار نہیں پایا۔ آپ خوش شکل اور خوش اخلاق تو تھے ہی اسکے ساتھ ساتھ آپ بلا کے خوش لباس بھی تھے۔ ہر چیز میں آپ کی نفاست اور جدت مثالی تھی۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ زندگی میں کبھی آپ کو اونچی آواز میں بولتے نہیں سنا اور نہ ہی کسی کو بڑے القاب اور آداب کے ساتھ پکارتے دیکھا۔ الغرض کمالات ومحاسن کی ایک خوبصورت تصویر تھی جسے گردِ فنا نے ڈھانپ لیا۔ اگرچہ آپ کی عمر اس وقت صرف ۵۴ برس تھی لیکن کچھ عرصہ سے آپ تارکِ الدنیا ہو گئے تھے۔ اور تمام سرگرمیاں گزشتہ آٹھ دس سالوں سے آپ نے معطل کر رکھی تھیں۔ آخر میں آپ نے جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ نمک منڈی کی طرف بھرپور توجہ دی اور مختصر وقت میں اس کو ترقی کے بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ مولانا مرحوم کو گزشتہ پندرہ بیس دن پہلے پشاور کے رحمان میڈیکل کمپلیکس میں داخل کیا گیا کیونکہ آپ کو دل کی بیماری کا عارضہ تھا۔ علاج ومعالجہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ پھر آخر میں آپ کو راولپنڈی کے ایم ایچ میں ایک چھوٹے آپریشن کے لئے لیجایا گیا لیکن چونکہ دل کا جانا ٹھہر گیا تھا اسی لئے ساری انسانی تدبیریں الٹی ہو گئیں اور مسیحا بھی لاچار ہو گئے۔ آخر آپ نے رمضان المبارک کے مقدس مہینے' مغفرت کے عشرہ اور پیر کے بابرکت دن جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

مولانا مرحوم کا جنازہ اسی دن شام کو پڑھا گیا۔ جنازہ میں ہزاروں علماء' صلحاء' اور شہریوں نے شرکت کی۔ جنازہ آپ کے بڑے فرزند مولانا ارشد علی قریشی نے پڑھا۔ اور اس موقع پر آپ کی دستار بندی بھی کی گئی۔ برادر محترم مولانا ارشد قریشی انتہائی قابل' فاضل اور متعدد خداداد صلاحیتوں کے حامل نوجوان ہیں۔ اور کئی صفات اور شکل وصورت میں اپنے مرحوم والد کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ اور ان دنوں مدرسہ کی تمام باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دوسرے بھائی حافظ اسد علی قریشی بھی باصلاحیت اور ہونہار نوجوان ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب' حضرت مولانا انوار الحق صاحب' حضرت مولانا یوسف قریشی صاحب اور دیگر اسلاف نے اس موقع پر مختصر خطبات بھی بیان فرمائے۔ مرحوم کو افطار کے پُر کیف اور بابرکت وقت میں دفن کیا گیا۔ تدفین بھی جامعہ کے احاطہ میں ہوئی۔ تدفین کے موقع پر ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل نمناک تھا۔ اور یوں علم وادب اور نفاست ونظافت کا حسین گلدستہ خاکِ تیرہ کے حوالے کر دیا گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

زلزلہ ــــــ ہزاروں لاشیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

آج سے ۳۶/۳۵ سال قبل شمالی ترکی میں ایک ہولناک زلزلہ آیا تھا اس وقت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے یہ اہم تحریر (اداریہ) لکھی تھی جو موقع محل اور زلزلہ کی ہلاکت آفرینیوں اور نشان عبرت وموعظت کے اعتبار سے حالیہ زلزلہ پر چسپاں ہے اور ہمیں دعوتِ فکر دے رہی ہے۔ درس عبرت حاصل کرنے کے لئے اسے مکرر شائع کیا جا رہا ہے۔.................. (ادارہ)

مشرقی ترکی میں زلزلہ آیا اور کتنی ہولناک تباہی و بربادی ساتھ لیتے آیا۔ بیس لاکھ افراد بے گھر ہوئے' سینکڑوں بستیاں پیوند خاک ہوئیں۔ صرف ایک شہر وارتو میں دو ہزار لاشیں تادم تحریر ملبے سے نکالی جا چکی ہیں اور مزید لاشیں مل رہی ہیں' پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گئے' زمین جگہ جگہ دھنس گئی۔ مواصلات اور امدادی نظام درہم برہم ہوا اور آخری خبروں تک زلزلے کے جھٹکے آ رہے ہیں۔

یہ داستانِ عبرت نہ تو قوم عاد وثمود کی ہے اور نہ لوطؑ وسدوم کی بستیوں کی بربادی کا ذکر ہے' بلکہ اسی ہفتہ کے اندر ایک اسلامی ملک کا جہاں سارے مسلمان ہی مسلمان بستے ہیں اور اس سے پہلے پاکستان اور بھارت میں زلزلہ آیا' یوگوسلاویہ اور جاپان بھی لرز اٹھے' تاشقند کی زمین تو ایسی لرز اٹھی ہے کہ سکون کا نام ہی نہیں لیتی۔ یہ حال تو قدرت کے ایک تازیانے (زلزلے) کا ہے۔ ورنہ ہلاکت آفرینیوں کا ایک تانتا ہے جس نے سارے کرہ ارضی کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ اور ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس (الاية) کا منظر عیاں ہے مگر ہائے ہماری غفلت کیشی کا یہ حال کہ چونکتے تک نہیں۔ قدرت کے قانون مکافات عمل سے جتنی بے پرواہی اس ''حیوانی دور'' میں برتی جا رہی ہے اس سے پہلے کسی سرکش اور باغی قوموں میں شاید اسکی مثال نہ ملے' ہم اپنی بربادیوں کے رشتے اسباب وعلل سے جوڑتے ہیں مگر نظر مسبب الاسباب پر نہیں پڑتی' حالانکہ اس تمام خانماں بربادی کا سرچشمہ ہم خود ہی تو

ہیں' یہ ہمارے اعمال بد کا ظہور ہی تو ہے ''وہ'' جن کیلئے اسلام نے ایک فرد کی موت کو بھی سب سے بڑا واعظ قرار دیا تھا، انکے سامنے قوموں کی قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ رہی ہیں' مگر عین عذاب کیوقت بھی مسجد کی طرف نہیں بلکہ سینماؤں کی طرف دوڑتے ہیں۔ ترکی میں صبح کے بعد شام کو پھر زلزلہ آیا' مگر اس وقت بھی سینما ہال بھرے ہوئے تھے' اور صرف ایک ہال میں دو سو افراد زلزلے سے تباہ ہوئے۔ کیا صبح کا تازیانہ بھی انہیں جھنجھوڑ نہ سکا--؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شقاوت اور بدبختی کے تسلط کا اگر یہی عالم رہا تو شاید اسرافیل کی سیٹیاں بھی ہمیں خواب غفلت سے بیدار نہ کرسکیں اور یہ زلزلے اور طوفان تو خود مخبرِ صادق و مصدوق ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق قیامت کے الارم ہیں، قدرت کی تلوار جب نیام سے باہر ہو جائے (العیاذ باللہ) تو دنیا بھر کے ہلال وصلیب کی سوسائیٹیاں اور امدادی ادارے اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے' تلوار چلانے والے کے دامن میں پناہ لو ورنہ بالآخر تمھارا نام ونشان تک اس عالم خاکی سے مٹا دیا جائیگا--- جابر اور قاہر قومیں تم سے پہلے یہاں آباد تھیں' مگر اب انکی بھنک بھی تمہارے کانوں میں نہیں پڑتی۔

وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھل تحس منھم من احد او تسمع لھم رکزا۔
ہم نے اس سے پہلے کئی جماعتیں ہلاک کیں تم ان میں سے کسی کی آہٹ پاتے ہو یا سنتے ہو ان کی بھنک۔

سنا ہے انہیں دنوں ترکی کا ایک وفد پاکستان کا دورہ اس غرض سے کر رہا ہے کہ یہاں ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے کام کا جائزہ لیکر اسے اپنے ہاں اپنائے مگر قدرت کیطرف سے اس عذاب کی شکل میں جو ''منصوبہ بندی'' ہوئی --- کاش! اس قدرتی پلاننگ سے ہماری آنکھیں کھل جائیں۔ اور وفد جن لوگوں سے سبق سیکھنے آیا ہے، سبق دینے والوں کو خود اس ''حادثہ فاجعہ'' سے سبق مل جائے کہ ''قانون پاداش عمل'' سب سے بڑی منصوبہ بندی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ اللھم لا تھلکنا فجاءۃ و اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنا غیر مفتونین۔

اقتدار کے ایوانوں میں

شریعت بل کا معرکہ

......از......

حضرت مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب' ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ' آغاز' رفتار کار' صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی' عورت کی حکمرانی' جہاد افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

جناب عرفان صدیقی *

زلزلہ۔ خسارے کا سودا اور مکافات عمل

میرا علم نہایت ہی محدود اور ناقص ہے۔ سو میں یہ دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ ۸/اکتوبر کو ہمارا مقدر بن جانے والی قیامت کا سبب کیا تھا۔ کیا اسے صرف ارضیاتی تبدیلیوں اور سطح ارضی کے میلوں نیچے' کیمیائی مادوں کی کشمکش یا پلیٹوں کی حرکیات کا نتیجہ سمجھ لیا جائے؟ اگر اس کائنات کا کوئی خالق ہے تو کیا اس کی قدرت' تخلیق کے ساتھ ہی ساقط ہو گئی ہے؟

بحیثیت مسلمان میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق بھی ہے' علیم و خبیر بھی اور قہار و جبار بھی۔ مجھے اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ قوموں کے اعمال اور ان کے حکمرانوں کی روش عذاب و ثواب کا سبب بھی بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں اپنی اس سنت کا تواتر سے ذکر کیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے پجاریوں کی اس دنیا میں مجھے پلیٹوں والی تھیوری رد کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ اگر ۸/اکتوبر کا تباہ کن زلزلہ کسی ارضیاتی محرک کا نتیجہ تھا تو بھی اسے کہیں نہ کہیں سے اذن ضرور عطا کیا گیا ہوگا' حکم ضرور ملا ہوگا۔

کچھ عجیب و غریب سی مماثلتیں' کچھ نا قابل فہم سی مشابہتیں' کچھ پیچ در پیچ اسرار' کچھ حیرت انگیز بھید اور کچھ نیندیں اڑا دینے والے خیالات' گزشتہ کئی دنوں' کئی راتوں سے میرے ذہن میں سائیں سائیں کر رہے ہیں' میرے دل میں صحرائی بگولوں کی طرح رقص کر رہے ہیں اور میں نہیں سمجھ پا رہا کہ افغانستان کے کوہساروں اور گھاٹیوں میں رقم ہونے والی تاریخ ٹھیک چار سال بعد کشمیر اور سرحد کے پہاڑوں اور وادیوں میں کیوں دہرائی جا رہی ہے؟ بالکل ایسے جیسے افغانیوں پر گزر جانے والی قیامت کسی نے فیکس مشین میں ڈال کر پاکستان بھیج دی ہو۔

نائن الیون کے فوراً بعد امریکہ نے کرخت لہجے میں سنگین دھمکیاں دے کر ہمیں اس بے ننگ و نام جنگ کا ہراول دستہ بنا لیا جو کسی طور ہماری جنگ نہ تھی۔ ستم یہ ہوا کہ ہم نے اپنی اس مجبوری کو حکمت کی قبائے خوش رنگ پہنا دی۔ اسے اپنے رضا کارانہ اور خوشدلانہ فیصلے کا نام دے کر اپنے سر کی کلغی بنا لیا۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ پاکستان نے ایک مسلم ہمسایہ ملک پر حملے کے لئے اپنے ہوائی اڈے' اپنی بندرگاہیں' اپنی اینٹلی جنس اور اپنا تعاون ایک غیر مسلم ملک کے قدموں

* سینئر کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

میں ڈال دیا۔صرف پہلے برس ہماری سرزمین سے امریکی طیاروں نے 57800 اڑانیں بھریں۔ پاکستان کے لوگوں کے لئے یہ روز وشب بڑے ہی کٹھن تھے۔ ہمارے تعاون سے افغانستان کی بستیاں غارت ہوئیں، نہتے لوگ خاک و خون میں نہا گئے۔معصوم بچے آگ اور بارود کا رزق ہو گئے، قلعہ جنگی، تورابورا اور دشتِ لیلیٰ جیسی المناک کہانیاں رقم ہوئیں اور وہ کچھ ہوا جس کے تذکرے سے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔اس قہر کا نشانہ وہ قبیلہ بنا جو تمام تر کوتاہیوں کے باوصف اللہ اور رسول ﷺ کا نام لیوا تھا اور جس کی نس نس میں پاکستان کی لازوال محبت بھری تھی۔

مجبوری کی اس جنگ کے لئے ہمیں کچھ دلیلیں تراشنا پڑیں۔ یہ کہ ہم امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو وہ ہمیں پتھروں کے زمانے میں دھکیل دیتا۔وہ ہمارا تورابورا بنا دیتا۔ یہ کہ اس سے ہمارا کشمیر کاز محفوظ ہوگا اور یہ کہ اس سے ہماری معیشت نہایت قوی ہوجائے گی۔لیکن چار سال بعد گردوپیش پر نگاہ ڈالیں تو خوش گمانیوں کے ملبے اور خوابوں کی کرچیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔اور لاتعداد مماثلتوں اور مشابہتوں کا بھید بھرا سلسلہ سوچ کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

امریکہ نے پاکستان کے تعاون سے افغانستان کی بستیوں کو اپنے بموں اور میزائلوں کا نشانہ بنانے کا آغاز چار سال پہلے اکتوبر کے اسی نیم خنک مہینے میں کیا تھا۔وہ ۷ اور ۸/اکتوبر ۲۰۰۱ء کی درمیانی شب تھی جب جلال آباد، قندھار، کابل اور مزار شریف پر چالیس کے لگ بھگ امریکی طیاروں نے وحشیانہ بمباری کا آغاز کیا تھا۔ یہ طیارے جہاں کہیں سے بھی آئے انہوں نے ہماری ہواؤں اور فضاؤں میں سفر کیا، بھید بھری پراسراریت یہ ہے کہ ہمارے اوپر ٹوٹنے والی قیامت نے بھی ۷ اور ۸/اکتوبر کی درمیانی شب زمین کے نیچے ہلچل شروع کی۔افغان عوام کو ۸/اکتوبر کی صبح پتہ چلا کہ وحشت و بربریت، کیا کہانی رقم کر گئی جب ادھڑی ہوئی عمارتوں، ملبے کے ڈھیروں، بکھری پڑی نعشوں اور زخمیوں کی چیخ و پکار نے سارا منظر ہی بدل ڈالا تھا۔ہم بھی ۸/اکتوبر کو بیدار ہوکر سنبھل ہی رہے تھے کہ زمین تھرتھرائی اور آٹھ دس سیکنڈ کے اندر سارا نقشہ ہی تبدیل ہوگیا۔ چند دنوں بعد رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آیا تو بھی امریکہ نے اپنی خوں آشامی کو لگام نہ ڈالی اور سحر وافطار کی سعید ساعتوں میں بھی آگ اور بارود کا کھیل جاری رہا اور ہم اس کا ساتھ دیتے رہے، ٹھیک چار سال بعد سحر وافطار کے مشکبو موسموں میں اہل پاکستان کو بھی اس کٹھن آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ امریکہ کا ساتھ دے کر ہم پتھر کے زمانے میں دھکیلے جانے سے بچ گئے لیکن ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے چشم زدن میں ۲۸ ہزار مربع میل علاقہ پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ہم تورابورا بننے سے محفوظ ہوگئے۔اور ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے ہماری ہزاروں چھوٹی بڑی بستیوں کو تورابورا بنا دیا۔چار سال پہلے ہم لٹے پٹے افغانیوں کو تباہ حال بستیوں کے باہر ماتم کناں دیکھتے اور امریکیوں سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ ظلم نہ کرو۔آج ہمارے لٹے پٹے ہم وطن ملبوں کے ڈھیر پر بیٹھے رو رہے ہیں۔اور پوری قوم انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔کل ہم بازو، ہاتھ اور ٹانگیں کٹے افغان بچوں کی

تصویریں دیکھتے تو آنکھیں سلگ اٹھتی تھیں۔ آج ہمارے ہسپتالوں کے وارڈ اور برآمدے ایسی تصویروں سے بھر گئے ہیں کل ہم دشتِ لیلیٰ کی بے گور کفن لاشوں کے نوحے لکھ رہے تھے' آج اپنے پیاروں کی بے گور کفن لاشوں پر بین کررہے ہیں' کل میلی کاپٹروں سے گرائے گئے خوراک کے پیکٹوں کی طرف لپکتے بے حال افغانیوں کو دیکھ کر دل دہل جاتا تھا اور آج اپنے فاقہ زدہ عوام کو ان پیکٹوں کی طرف دیوانہ وار لپکتے دیکھنا پڑا ہے۔ امریکہ کی دھونس پر ہم نے جن کچی بستیوں سے افغانیوں کو باہر دھکیل دیا تھا' آج اپنوں کے لئے ویسی ہی بستیاں بسانا پڑ رہی ہیں۔ پشاور کے نواح میں اضاخیل کیمپ جو کبھی افغان مہاجرین سے آباد تھا آج اس میں اپنے ہی وطن کے ''مہاجرین'' بسائے جارہے ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ وزیرستان میں کاروائی نہ کرتے تو امریکہ خود بم برسانے لگتا۔ ہم اس ''عظیم حکمت عملی'' کے سبب امریکی بموں سے تو محفوظ رہے لیکن کراچی یونیورسٹی کے جیالوجسٹ کا کہنا ہے کہ ۸ر اکتوبر اور اس کے بعد کے جھٹکوں سے خارج ہونے والی توانائی ایک میگاٹن کے ۶۰ر ہزار بموں کے برابر تھی۔ ہم نے کہا تھا کہ اس سے کشمیر کاز کو بچالیا گیا ہے، اور اس افتاد کی سب سے زیادہ تباہ کاری اسی خطہ جنت نظیر میں ہوئی۔ ہم نے کہا تھا کہ اس سے ہماری معیشت مضبوط ہوجائے گی۔ اس ''کار خیر'' کے معاوضے کے طور پر ہمیں پانچ سالوں پر محیط تین ارب ڈالر کی امداد کا وعدہ ملا لیکن ورلڈ بینک کے سابق نائب صدر اور معروف ماہر اقتصادیات شاہد جاوید برکی کا بیان آیا ہے کہ پاکستانی معیشت کو دس سے بارہ ارب ڈالر کا دھچکا لگا ہے۔

انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے اندازے کے مطابق ۱۱ر لاکھ افراد بے روزگار اور کم از کم ۴ر لاکھ گھر مکمل طور پر منہدم ہوگئے ہیں۔ ابھی تک ساری دنیا سے آنے والی مدد ۷۰ر کروڑ ڈالر ہے جو مطلوبہ فنڈز کا ۶ر فیصد بھی نہیں۔ ہم نے کہا کہ امریکہ کا ساتھ دینے کے باعث اب ہمیں بیرونی قرضوں کی ضرورت نہیں رہی اور ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔ اور آج ہم دنیا بھر کے چوراہوں میں جھولی پھیلائے صدا لگا رہے ہیں۔

کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ساری تباہی و بربادی ہمارا مقدر بن گئی جس سے بچنے کے لئے ہم نے امریکہ کو اپنا کندھا پیش کیا تھا اور وہ سارے ثمرات غارت ہوگئے جن کے لالچ میں ہم نے ایک برادر اسلامی ملک کے خاک نشیوں کے سینے چھلنی کئے تھے۔

یہ سب کیا ہے؟ کیا یہ محض زمین کے نیچے رکھی پلیٹوں کا کیا دھرا ہے؟ شاید نہیں' یقیناً نہیں۔ ایسا سوچنا خالق کائنات کے دست ہنر مند کی نفی کرنا ہے۔ مجھے تو یہ خیال بھی بے کل کئے ہوئے ہے کہ کیا ہمارے انکار کی صورت میں امریکہ ۲۸ر ہزار مربع کلومیٹر علاقے پر ۶۰ر ہزار بم برساتا اور اگر برساتا بھی تو کیا تباہی و بربادی کا حجم یہی ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو کیا ہماری دولتِ خودی اور متاع حمیت محفوظ نہ رہتی؟ ہم نے کتنے خسارے کا سودا کیا۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء ان المجالس بالأ مانة
مجلس میں واقع ہونے والے افعال واقوال کے امانت ہونے کا بیان

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبدالله بن المبارك عن ابن أبی ذئب قال أخبرنی عبدالرحمان بن عطاء عن عبدالملک بن جابر بن عتیک عن جابر بن عبدالله عن النبی ﷺ قال: اذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهی أمانة" ۔ هذا حديث حسن و انما نعر فه من حديث ابن أبی ذئب:

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب کوئی آدمی بات کرتا ہے اور پھر ادھر ادھر دیکھے، تو یہ امانت ہے...... یہ حدیث حسن ہے۔ہم اسے ابن ابی ذئب ہی کی حدیث سے پہچانتے ہیں۔

توضیح وتشریح:

یہ بھی اجتماعی آداب کا حصہ ہے کہ مجلس میں جو کچھ پیش آئے وہ امانت ہے، جیسا کہ سونا چاندی کوئی شخص آپ کے پاس رکھ دے تو وہ امانت ہے اس میں دخل اندازی کرنا اور خیانت کرنا حرام ہے، اسی طرح مجلس کی باتیں اور اس میں پیش ہونے والے حالات اور واقعات سب امانت ہیں۔پس مجلس کی باتیں اور مجلس کے حالات دوسری جگہ بیان کرنا۔اور مجلس کا راز فاش کرنا خیانت ہے۔اور حرام ہے جبکہ کسی بھی شریک مجلس کو اس سے ناگواری ہوتی ہو، خصوصاً جبکہ کوئی صاحبِ مجلس صراحۃً کہہ دے کہ یہ بات راز کی ہے، اسے فاش نہ کرنا۔یا وہ اشارۃً تم کو سمجھا دے کہ اس بات کو میں کسی اور پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا ہوں۔یا قرائن سے معلوم ہوتا ہو کہ صاحبِ مجلس اس بات کو راز میں رکھنا چاہتا ہے تو اس بات کا دوسروں سے بیان کرنا خیانت ہے، اور اس کو راز میں رکھنا واجب ہے۔

المجالس بالامانة: یہ عبارت بر تقدیر حذف مضاف اس طرح ہے۔ حسن المجالس و شرفها

بامانة حاضريها على مايقع فيها من قول و فعل: (تحفۃ الاحوذی) یعنی مجالس کی شرافت اور ان کا حسن اسی میں ہے کہ ان میں واقع ہونے والے قول اور فعل سے متعلق حاضرین مجلس امانت سے کام لیں۔

تو اس کا معنی یہ ہوا کہ صاحبِ مجلس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجلس میں جو کچھ سن لے یا جو کچھ دیکھ لے اس میں وہ امانت دار بنے۔

کسی جگہ شمائل ترمذی میں ایک حدیث گزری تھی اس میں حضور اقدسؐ کے آداب مجلس اور مجلس کی امانتوں کی مکمل تفصیل ہم نے بیان کی تھی۔ جو کہ دس بارہ صفحات ''الحق'' میں شائع بھی کئے گئے تھے۔ مجلس میں ایک دوسرے کی حرمتوں میں دخل اندازی کرنا اور توہین آمیز الفاظ کہنا' ایک دوسرے کی غیبت کرنا' ایک دوسرے پر آوازیں بلند کرنا' ایک دوسرے کے کلام کو قطع کرنا' اور مجلس کی باتیں باہر پھیلانا' یہ تمام چیزیں آداب مجلس کے خلاف ہیں اور ناجائز ہیں۔

اذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهي أمانة:

یعنی جب کوئی آدمی بات کر رہا ہو اور پھر وہ (دائیں بائیں) دیکھ لے تو یہ بات امانت ہے۔ ادھر ادھر دیکھنے سے بات کرنے والے کا مقصد مخاطب کو یہ سمجھانا ہے کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی اور آدمی میری بات نہ سن لے' میں خاص تجھ (مخاطب) کو ہی یہ راز کی بات بتانا چاہتا ہوں' پس عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔ اس نے مخاطب کو گویا یہ کہہ دیا کہ یہ میری بات مجھ سے سن لو اور پھر اسے بھید میں رکھو! یہ تیرے ساتھ امانت ہے' اس وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات امانت ہے' یعنی اب اس کی افشاء حرام ہے۔

باب ما جاء فی السخاء

سخاء کا بیان

حدثنا ابو الخطاب بن زياد بن يحيى الحساني البصري ثنا حاتم بن وردان' ثنا ايوب عن ابن أبي مليكة عن اسماء بنت ابي بكر قالت: قلت يا رسول الله إنه ليس لي شي إلا ما أدخل على الزبير أفأعطي؟ قال نعم' لاتوكي فيوكي عليك' يقول لا تحصي فيحصي عليك..... و في الباب عن عائشة و ابي هريرة . هذا حديث حسن صحيح وروى بعضهم هذا الحديث بهذا الاسناد عن ابن ابي مليكة عن عباد بن عبدالله بن الزبير عن اسماء بنت أبي بكر .. وروى غير واحد هذا عن ايوب و لم يذكروا فيه عن عباد بن عبدالله بن الزبير

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میرے ساتھ تو کوئی چیز اپنی (مال و دولت) نہیں، مگر وہ ہے جو کہ (میرا شوہر) حضرت زبیرؓ لا کر مجھے دے دے، تو کیا میں اس سے کسی کو دے دوں؟ (یعنی صدقہ کروں؟) تو رسول اللہ نے فرمایا ''ہاں'' (تھیلی کے منہ کو) بندھن نہ باندھ (یعنی دینے کی جگہ میں دیا کرو اور بخل مت کرو) ورنہ تجھ پر بھی (تھیلی کا منہ) باندھ دیا جاوے گا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے تجھے ملنا بند ہو جائے گا اور) فرماتے تھے، گنا مت کر (حساب نہ لگاؤ) ورنہ تجھ پر بھی گنتی لگا دی جائے گی (اور پھر تجھے بھی حساب سے ملے گا زیادہ نہیں)

اس باب میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرۃ سے بھی روایت ہوئی ہے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض راویوں نے اس حدیث کو اسی اسناد کے ساتھ، یعنی عن ابن ابی ملیکۃ، عن عباد بن عبداللہ بن الزبیر عن اسماء بنت ابی بکر ...... کے ساتھ روایت کیا ہے اور بہت سے راویوں نے اس روایت کو ایوب سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں عن عباد اللہ بن عبداللہ بن الزبیر ذکر نہیں کیا ہے۔

<u>حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ:</u>

اس حدیث کی راوی حضرت اسماءؓ ہے جو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ہے، اور حضرت زبیر بن العوامؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی بیوی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن اور حضرت مصعب بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کی ماں ہیں۔ ان کی بہت سی قربانیاں اور ایمان افروز واقعات تاریخ اسلام میں مشہور ہیں۔

<u>سخاء:</u> بخل کی ضد ہے، یعنی اللہ رضا کے لئے امور خیر میں مال لگانے کا نام سخاء ہے۔ اور امور خیر میں اور موافق شرع مناسب مقامات پر مال لگانے سے رک جانے کا نام بخل ہے۔ جیسا کہ اسی باب کی دوسری حدیث میں سخی اور بخیل ایک دوسرے کے مقابل ذکر کئے گئے ہیں۔

<u>انہ لیس لی شئی الاما ادخل علی الزبیر أفاعطی</u>

یعنی حضرت اسماءؓ نے کہا کہ میرے ساتھ تو اور کچھ مال نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی کچھ ہوتا ہے جو کہ مجھے میرا شوہر حضرت زبیر بن العوامؓ لا کر دے دے۔ تو کیا میں اس سے بھی صدقہ کروں؟

اس سے بظاہر یہ پوچھنا مقصود ہے کہ شوہر کے مال سے خرچ کرنا کیسا ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ حضرت اسماءؓ کو یہ بھی خیال گزرا ہو کہ ہمارے نفقہ کے لئے شوہر نے جو تھوڑا کچھ دیا ہے اس سے اگر صدقہ کروں تو پھر خود ہمارے محتاج رہنے کا اندیشہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

<u>نعم لاتوکی فیوکی علیک، یقول لاتحصی فیحصی علیک:</u> یعنی

ہاں، صدقہ کرو اور تھیلی اور ھمیانی کے منہ کو نہ باندھو یعنی بخل نہ کرو ورنہ تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا منہ باندھ دیا جاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ پر رزق کے دروازے بند کردے گا۔

وکاء: بندھن کو کہا جاتا ہے جس سے مشک یا تھیلی وغیرہ کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ اور حدیث میں ہے "العینان وکاء السہ" لاتوکی اس سے ماخوذ ہے۔

یقول لاتحصی فیحصی علیک: اور گنا مت کرو (حساب نہ لگاؤ) ورنہ تیرے ساتھ بھی گنتی ہوگی اور حساب لگالیا جائے گا۔ اس کا مطلب بھی یا تو یہ ہے کہ حساب لگا کر بخل مت کرو کیونکہ عموماً روپے کا حساب کتاب لگانا اور گن گن کر محفوظ کرنا ہی بخل کی علامت ہوتی ہے۔ اور گننے سے منع کرنے کا مقصد بھی دراصل اس بات سے منع کرنا ہے کہ ختم ہونے کے خوف سے صدقہ وخیرات سے باز نہ آؤ کہ مثلاً ہزار روپے ہیں اگر سو روپے صدقہ کرلوں تو ۹ سو روپے رہ جائیں گے۔ اس طرح اگر دوسری بار صدقہ کروں تو اور بھی کم ہوگا اور بالآخر ختم ہوجائے گا۔ اس طرح ہر وقت حساب کی فکر بخل کا دوسرا نام ہے، اس طرح کرنے سے برکت ختم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی آپ پر تنگی آئے گی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے دینے والا ہے، اسی طرح تم بھی مال لگانے کے مواقع میں حسب ضرورت لگایا کرو اور انفاق فی سبیل اللہ سے منع نہ ہوجاؤ...... یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کی طرف سے احصاء جو کہ ناجائز ہے، یہ ہے کہ کوڑی کوڑی گن گن کر جمع کرلے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے احصاء کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا قیامت کا دن حساب لے گا۔

حدثنا الحسن بن عرفة، ثنا سعيد بن محمد الوارق عن يحيیٰ بن سعيد عن الاعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: والسخي قريب من الله قريب من الجنة قريب من الناس بعيد من النار. والبخيل بعيد من الله بعيد من الجنة بعيد من الناس قريب من النار. والجاهل السخي أحب إلى الله من عابد بخيل .... هذا حديث غريب لانعرفه من حديث يحيیٰ بن سعيد عن الاعرج عن أبي هريرة إلا من حديث سعيد بن محمد وقد خولف سعيد بن محمد في رواية هذا الحديث عن يحيیٰ بن سعيد، انما يروى عن يحيیٰ بن سعيد عن عائشة شئي مرسل.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سخی قریب ہے اللہ تعالیٰ کو قریب ہے جنت کو، قریب ہے لوگوں کو، دور ہے جہنم سے، اور بخیل آدمی دور ہے اللہ تعالیٰ سے، دور ہے جنت سے، دور ہے لوگوں سے، قریب ہے جہنم کو اور جاہل (بے علم، سخی آدمی، اللہ تعالیٰ کو عبادتگزار (عالم) بخیل آدمی سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ ایک ایسی غریب حدیث ہے کہ ہم اسے یحیٰی بن سعید عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کی حدیث سے' سعید بن محمد کی حدیث کے بغیر نہیں پہچانتے' اور سعید بن محمد کے ساتھ اس حدیث کی روایت میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اور یقیناً یحیٰی عن سعید عن عائشہ کی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے مرسلاً کچھ روایت کی گئی ہے۔

اس روایت میں سخاوت کی مدح کا بیان ہوا ہے کہ سخاوت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قرب حاصل ہوتا ہے' جنت سے بھی اور لوگوں سے بھی قرب حاصل ہوتا ہے۔

<u>السخي قريب من الله الخ:</u> سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال لگاتا ہے' صدقے اور خیرات کرتا ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یہ قریب ہے۔ نیز سخی آدمی کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مضبوط ہوتا ہے کہ میں خرچ کروں گا اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور جس آدمی کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کو قریب اور محبوب ہوگا۔ اور جبکہ اللہ تعالیٰ کو قریب ہے تو جنت سے خود بخود قریب ہوگا۔ اور اسی طرح اللہ کی راہ میں مال لگانے والا چونکہ لوگوں کو طعام کھلاتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے' غریبوں اور مسکینوں' بے کسوں کی مدد کرتا ہے' تو لازم ہے کہ ایسا آدمی لوگوں سے بھی قریب اور محبوب ہوگا۔ یہ ایک طبعی امر ہے کہ سخی آدمی لوگوں کو محبوب ہوتا ہے' اگرچہ بعض لوگوں کو اس کی سخاوت سے کچھ بھی حصہ نہ ملے۔

<u>جو آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب بن جائے وہ لوگوں کو بھی محبوب بن جاتا ہے:</u>

نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ شخص چونکہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے' اس لئے لوگوں کو بھی وہ محبوب ہوگا کیونکہ ایک حدیث میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر کے آسمان والے فرشتوں کو یہ اعلان سنا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بن فلاں سے محبت کرتا ہے میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ اسی طرح یہ اعلان تمام آسمانوں سے گزر کر زمین تک پہنچتا ہے تو ساری مخلوقات اس آدمی سے محبت کرنے لگتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت سيجعل لهم الرحمن ودا (مریم:۹۶) یعنی بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے' عنقریب ان کے لئے رحمان ذات محبت ہی پیدا فرماوے گا۔

پس یہ آدمی چونکہ اللہ تعالیٰ کو قریب اور محبوب ہوتا ہے لہذا مخلوق خدا کو محبوب ہے۔ اور بالکل اسی طرح جو آدمی اللہ تعالیٰ کو مبغوض لگے وہ تمام فرشتوں اور انسانوں کو بھی مبغوض اور برا لگتا ہے' ساری مخلوقات اس سے نفرت کرنے لگتی ہے' اس وجہ سے بخیل آدمی جبکہ اللہ تعالیٰ سے دور ہے تو اس کی مخلوق سے بھی وہ دور ہی ہوتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

حضرت مولانا عیسیٰ منصوری*

تہذیبوں کا عروج وزوال

یہ بات سائنس و مذہب دونوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ اس کائنات کا نظام اسباب کے ساتھ مرتبط ہے اور اس کے لئے اٹل قوانین مقرر ہیں۔ جسے خدا کے ماننے والے سنت اللہ اور نہ ماننے والے لاء آف دی نیچر کہتے ہیں۔ دونوں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ قدرت کے یہ قوانین وضوابط غیر متبدل اور اٹل ہیں، وہ ہر ایک کے لئے یکساں ہیں۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مختلف ادوار میں بعض تہذیبیں اور اقوام ابھر کر عروج حاصل کرتی ہیں اور دوسری بعض زوال ونکبت کا شکار ہو کر معدوم یا بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہیں جب ہم اس کا سبب و علت تلاش کرتے ہیں تو تہذیبوں یا قوموں کے عروج وزوال کی علت وسبب یا بنیادی فیکٹر کے طور پر جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ ہے علم یعنی کوئی تہذیب وقوم شاہراہ علم پر جس قدر آگے بڑھ جاتی ہے اسی قدر وہ عروج وترقی حاصل کرتی ہے اور علم میں جس قدر پسماندہ رہ جاتی ہے اس کے مطابق زوال ونکبت کا شکار ہو کر کالعدم یا بے حیثیت بن کر رہ جاتی ہے دنیا کی کوئی تہذیب کوئی قوم کوئی مذہب کوئی فلسفہ حیات قدرت کے اس اٹل قانون سے مستثنیٰ نہیں کہ علم کی ترقی سے عروج اور تنزل سے زوال کا مرتب ہونا ایک اٹل حقیقت لاء آف دی نیچر یا سنت اللہ ہے۔

دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ علم طاقت وقوت اور جہالت کمزوری وضعف ہے اور طاقت کے لئے ہمیشہ سربلندی وعروج مقدر ہے اور جرم ضعیفی کی سزا ہر دور میں مرگ مفاجات ہی ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں جب کبھی علم نے اپنی جگہ بدلی اس کے ساتھ طاقت کا توازن بھی بدلا اور طاقت کیساتھ ساتھ دنیا کا جغرافیہ وتاریخ بھی تبدیل ہوا ہر دور میں جن تہذیبوں یا اقوام کے پاس علم کی طاقت آئی انہوں نے اپنی منشاء کے مطابق دنیا کی جغرافیہ میں تبدیلی کی۔ تاریخ میں اپنا نقش ثبت کیا۔ اسے کوئی انسانی اخلاقی مذہبی اصول وضابطہ نہیں روک سکا۔ مثلاً جب تیمور لنگ نے ماسکو پر قبضہ کیا۔ تو ان سے اپنی شرائط پر معاہدہ کیا اس میں حاکم ماسکو نے عہد کیا کہ وہ ان کی اولاد، اولاد کی اولاد کبھی کسی زمانہ میں سمرقند کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے مگر جب طاقت کا توازن ماسکو کے حق میں تبدیل ہوا تو ماسکو

---

* چئیرمین ورلڈ سلامک فورم لندن

نے سمرقند کے ساتھ اپنی منشاء کے مطابق جو چاہا کیا دنیا میں جب مسلمانوں کا عروج تھا تو دنیا کا جغرافیہ ان کی منشاء کے مطابق طے پایا آج امریکہ کی منشاء کے مطابق دنیا کا جغرافیہ ہی نہیں انسانی قدریں، تہذیب وتمدن، کلچر تک تبدیل ہو رہا ہے اور تمام ممالک بشمول عالم اسلام کے امریکہ کی چشم وابرو دیکھ کر اپنی پالیسیاں طے کر رہے ہیں ایک دور تھا جب یورپی ممالک فرانس و برطانیہ تک بابِ عالی (خلافتِ ترکیہ) کی خوشنودی ومرضیات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں مرتب کرتے تھے غرض دنیا کی جس قوم نے بھی علم کے سرچشموں سے خود کو سیراب کیا اور علم کے سوتوں پر قبضہ کیا وہ غالب قوم فاتح تہذیب قرار پائی اس کا یوآف دی لائف یعنی طرز حیات اس کی سوچ وفکر اس کی قدریں اس کا کلچر وتمدن مثالی اور قابل اتباع سمجھا گیا، اور دنیا کی باقی اقوام نے اس کی نقل واتباع اپنے لئے باعثِ افتخار و باعث شرف سمجھا خواہ وہ کوئی قوم ہو دنیا کے کسی خطہ میں بستی ہو اس کا کوئی مذہب وکلچر ہو کچھ عرصہ پہلے تک نظریاتی اعتبار سے امریکہ کے دشمن رشیاء، چائنا آج امریکہ کی ہر چیز، ہر فیشن، ہر کلچر، لباس حتیٰ کہ زبان اور اس کے لب ولہجہ تک کی نقل اپنے لئے باعث فخر قرار دے رہے ہیں غرض انسانیت کی قسمت اور تہذیبوں کا عروج وزوال ہمیشہ علم سے وابستہ رہا ہے اس حقیقت کو سب سے پہلے اس کائنات کے خالق کے پیغام اور اس کے پیغامبروں نے واشگاف کیا کہ پہلے انسان حضرت آدمؑ کو مخلوقات پر برتری وفوقیت علم الاسماء یعنی کائنات کی اشیاء کے علم ان کی ماہیت وحقیقت سے آشنائی ان کے نفع وضرر ان کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہر قدرت وصلاحیت کے سبب دی گئی اسی طرح آخری پیغام (خالق کائنات کا) بھی حصول علم کی ترغیب سے شروع ہوتا ہے: اقراء باسم ربک الذی خلق الخ پڑھ اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اس رب کے نام سے جو بڑا اکریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اس (مالم یعلم) میں دینی وتشریعی علوم خالق اور خود کی معرفت کی طرح تمام کائناتی علوم چیزوں کی ماہیت وحقیقت سائنس وٹیکنالوجی اکتشافات وتحقیقات سب ہی شامل ہیں۔

قرآن نے اس کائنات میں سب سے پہلے عظیم انقلاب علم کے ذریعہ برپا کیا اس کا بنیادی عقیدہ (توحید) نسان کے لئے تمام علوم (تکوینی وتشریعی) کی شاہ کلید ہے جس نے مظاہر قدرت اور عظیم مخلوقات چاند، سورج، ستارے ریا پہاڑ وغیرہ کو معبود ومسجود کے درجہ سے اتار کر انسان کے ادنیٰ خادم وتابعدار اور انسان کو خالق کی نیابت میں ان کا حاکم نٹرول کرنے والا بنا کر مادہ واشیاء کی کھوج، تحقیق وریسرچ ان کی تسخیر کا عظیم باب وا کر دیا قرآن کا یہ انقلابی پیغام اور م کی روشنی کوہ فاراں (مکہ) سے طلوع ہو کر مدینہ پہنچی اس کے بعد دمشق، بغداد، قرطبہ، غرناطہ ہوتے ہوئے یورپ اور رے کرۂ ارض میں پھیل کر اس نے دنیا کی ساری تہذیبوں کو مستفید کیا۔ تقریباً ۷۔۸ سو سال تک دنیا اس کی روشنی ،علوم وفنون افکار ونظریات، سائنس وصنعت اور ہر قسم کی ترقیات کے مراحل طے کرتی رہی انسانیت نے اپنا علمی و نسی سفر اور نئے نئے انکشافات وایجادات کا سفر اسی کی مدد سے طے کیا۔

عصری یا تکوینی علم ایک طاقت ہے اس کے بغیر دنیوی عروج و ترقی اور کائنات کے نظام پر کنٹرول نہیں کیا جاسکتا اور علم تشریعی طاقت کا صحیح اور برمحل استعمال بتاتا ہے کہ علم کی طاقت کا استعمال کس طرح دنیا و آخرت میں انسان کی سرخروئی و بہبودی کے لئے ہو' غرض ایک مسلمان کے لئے تکوینی و تشریعی دونوں علوم ناگزیر و لازمی ہیں جس دن مسلمان علم کی دوئی (دینی و دنیوی) ختم کر کے علم کے ان دونوں اجزاء کو مضبوط تھام لیں گے' وہ دن اسلام اور اس کی تہذیب کی کامیابی و سربلندی کا ہوگا۔ ایک مسلمان کیلئے نہ عصری علوم سے بے بہرہ رہ کر محض نیک و صالح بن جانا کافی ہے نہ دین سے غافل رہ کر دینوی علوم و ترقیات فلاح و کامیابی کے دروازے وا کرتی ہے بلکہ ہمیں قرآن نے دنیا و دین دونوں کی حسنات طلب کرنے اور اس کے حصول کیلئے جدوجہد کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔

سرور دو عالمؐ اور آپ کے خلفاء راشدین کی پوری زندگی اس پر شاہد ہے کہ دور نبوت میں سرور دو عالمؐ نے بنفس نفیس اس دور کے مفید عصری و عسکری علوم و فنون کی سرپرستی و قدر افزائی فرمائی۔ مثلاً اس دور کے جدید ترین اسلحہ دو تھے ایک دبابہ دوسرے منجنیق جسے آج کے ٹینک و توپ کہا جاسکتا ہے۔ ایک پرشین امپائر میں بنایا جاتا تھا تو دوسرا رومن امپائر میں فتح مکہ کے بعد سرورِ دو عالمؐ نے اپنے اصحابؓ کو بھیج کر دونوں جدید اسلحہ کی صنعت کے علم کی تحصیل کروا کر انہیں تیار کروایا اور اپنے آخری غزوہ (طائف) میں اس دور کے یہ دونوں جدید ترین اسلحہ کا استعمال فرمایا۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں دنیا کے مفید عصری علوم و فنون کو دینی علوم کے ساتھ سمولیا گیا تھا' دور صحابہؓ ہی میں مسلمانوں کا سب سے طاقتور اور زبردست بحری بیڑہ بن گیا تھا' جس کی برتری تقریباً ۷۔۸ سو سال تک برقرار رہی۔ اسلام میں یہ علم (دینی و دنیوی) کی یک جائی تقریباً ایک ہزار سال تک برقرار رہی۔ آج کل اسلام کے شروع دور (خیر القرون) کا محض عبادات و ریاضت اور ذکر فکر کے اعتبار سے جو ادھورا تصور و منظر پیش کیا جارہا ہے وہ سخت مغالطہ انگیز و گمراہ کن ہے۔ بقول علامہ اقبالؔ

غرض مَیں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں دارو جہاں بان و جہاں گیر جہاں آرا

پوری انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس دنیا میں غلبہ و سربلندی تسلط و اقتدار اس نے حاصل کیا جو کائنات کے متعلق موجودات و اشیاء کے متعلق علم میں تفوق لے گیا اور جس نے اشیاء کی ماہیت و حقیقت کی زیادہ وریسرچ و تحقیق کی اس کے خواص و اجزاء کا زیادہ تجربہ و ممارست حاصل کی' ہر دور میں کائناتی و عصری علوم میں سبقت و برتری ہی کسی تہذیب و قوم کا عروج اور اس میں پسماندہ رہ جانا اس کے لئے زوال و تباہی ثابت ہوا۔

اس روئے زمین پر علم و سائنس کی ترقی و عروج کی سرگزشت مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن کے نزول تک دنیا سائنس و تجرباتی علوم کا ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکیں کیونکہ انسان مظاہر قدرت اور زمین و آسمان کی شکلوں کو اپنا معبود و مسجود بنائے ہوئے تھا وہ ہر چیز سے ڈرا اور سہا ہوا تھا اور اس کے آگے سجدہ ریز تھا' ڈرا ہوا آدمی تسخیر و کنٹرول کا

سوچ بھی نہیں سکتا۔

قرآن کے انقلابی پیغام نے انسان کو خالق کائنات کا خلیفہ و جانشین بنا کر اسے کائنات کی تسخیر و کنٹرول کا پیغام دیا اس کے بعد تقریباً ۷۔۸ سو سال تک انسانیت اپنی دنیوی ترقیات میں قرآن اور مسلمانوں کی خوشہ چین رہی پھر تاریخ نے ایک ورق الٹا تاتاریوں کی یلغار کے بعد اچانک مسلمانوں کا علمی وفکری اور سائنسی زوال شروع ہوجاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ دماغوں کو نچوڑ لیا گیا ہو اور علوم کے سوتے خشک ہوگئے ہوں۔ اب اجتہاد اکتشافات ٗ ایجادات ٗ نئے تجربات علوم کے سمندر میں غواصی نئے حقائق کی دریافت کی بجائے الفاظ کی پرستش لفظی صنعت گری حروف ونقوش کے ساتھ تلاعب وکھیل کا دور شروع ہوتا ہے۔ نفس علم کی بجائے چند کتابیں نئے نئے علوم وفنون سے روشناس ہونے کی بجائے معمہ و چیستان قسم کے متعلق عبادات کا حل کرنا اوران میں خیالی نکات پیدا کرنے کا نام علم رکھ دیا گیا۔ یہ علوم نہیں ان کی مردہ لاشیں تھیں جن پر لفظوں کی میناکاری وتخیلات کی معنی آفرینی کی گئی تھی یہ علمی زوال کی لہر دن بدن تیز تر ہوتی گئی جس کی وجہ سے ہمارے علمی ادارے اور مراکز بانجھ ہوگئے۔ اب یہاں علوم وفنون کے نام سے یونانی وایرانی مردہ افکار ونظریات وفلاسفی اور معقولات کی عبارات رٹنا اور یونان وایران کی جہالت کے صنم کدوں اور آتش کدوں سے نکلے افکار ونظریات کی عینک سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا اور اسلامی علوم کو زبردستی ان کے سانچے میں ڈھالنے کی مشق غرض گزشتہ دور زوال میں صدیوں سے مسلمانوں نے قرآن وحدیث میں بصیرت عصری ضرورتوں میں اجتہادٗ نئے اکتشافات وایجادات وتجربات وتحقیقات کی بجائے یونانی وایرانی مردہ افکار وعلوم کی لاشوں کو اٹھائے پھرنے اوران کے از کار رفتہ نظریاتی بحثوں کو وجہ شرف وافتخار بنا لینے کی وجہ سے علمی زوال اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اس عرصہ میں دوسری طرف یورپ اپنی ہزار سالہ خواب غفلت سے بیدار ہونا شروع ہوا یہ ہزار سال اس نے یونانی فلسفوں اور افکار میں گزارے جواب یورپ کا تاریک دور DARK کہلاتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ اس وقت ہوسکی جب ہزار سالہ پاپائیت وتھیاکریسی کی زنجیروں کو (جس نے اپنے مظالم وسفاکیت سے علم وسائنس کی راہ روک رکھی تھی اور یونانی فلاسفی وافکار کو مقدس بنا کر لوگوں کو ان کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا) کاٹ کر پھینک دیا۔

اب یورپ یونانی علوم سے مسلمانوں کے استقرائی وتجرباتی علوم کی طرف لوٹا اور کائنات میں غور وفکر اور نئے نئے تجربات کی بدولت اور نئے نئے انکشافات وایجادات ہونے لگیں۔ جس نے یورپ کی دنیا بدل کر رکھ دی ۔اسپین میں مسلمانوں نے سائنسی وتجرباتی علوم کو جہاں تک پہنچایا تھا یورپ اس کا وارث بن کر اس نے آگے پیش قدمی جاری رکھی اس طرح علم وسائنس کا جو سفر عربوں سے شروع ہوا تھا یورپ کے ذریعہ موجودہ دور تک پہنچا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زمانہ کی تغیرات وحالات کے تقاضوں نے جو نئے نئے مسائل پیدا کئے زمانہ کے جو نئے چیلنج رکھے ان درپیش سوالات کا حل اور نئی راہیں یورپ کے مفکرین وفلاسفر اور سائنس دانوں نے اپنے تجربہ وفکر اور عقل وذہانت سے دینا

شروع کیا گزشتہ ۴۔۵ سو سال میں دنیا میں جتنے معاشی واقتصادی سیاسی وانتظامی معاشرتی وطبقاتی مسائل پیدا ہوئے ان کا حل اور جواب تلاش کرنے میں تمام تر نئے نظریات' آئیڈیاز' تھیوریز مغرب سے آئے اور دنیا کی ہر تہذیب وقوم' ملک مذہب کے کروڑوں نوجوانوں نے انہیں قبول کیا' خواہ وہ نظریاتی طور پر ڈارون وھیگل کی تھیوریز ہوں یا معاشی طور پر کمیونزم وکیپٹل ازم کے نظریات یا انتظامی وسیاسی طور پر ڈیماکریسی وسیکولر طرز حکومت کا نظریہ مسلمانوں نے اس پورے عرصہ میں دنیا کو نہ کوئی نیا نظریہ وفکر دی نہ زمانہ کے چیلنج ومسائل سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کردار ادا کیا حتیٰ کہ وہ مغرب کے پیش کردہ نظریات ونظام ہائے حیات کو علمی طور پر چیلنج بھی نہیں کر سکے زیادہ سے زیادہ اتنا ہوا کہ ہمارے بڑے سے بڑے مفکرین نے کچھ ان مسلمان نوجوانوں کو جو مغرب کے نظریات کی رو میں بہہ گئے تھے دوبارہ اسلام کی طرف مائل کر دیا مگر ان کی فکر اس درجہ طاقتور اور توانا نہیں تھی کہ وہ مغرب کے دانشوروں اور مفکرین کو متاثر کرتی اور انہیں اپنے افکار ونظریات پر نظر ثانی پر مجبور کرتی یا دنیا کی دیگر تہذیبوں واقوام پر اثر انداز ہوتی یہ بات باعث تشویش وفکر ہونی چاہیے کہ ہمارے علمی مراکز اور ادارے ایسے افراد پیدا کرنے سے کیوں قاصر وعاجز ہیں جو اپنے افکار ونظریات سے دنیائے انسانیت میں تہلکہ ڈال دیں مغرب کے مفکرین ودانشوروں کو اپنی تھیوری وفکر پر نظر ثانی کے لئے مجبور کر دیں ہمارے نزدیک اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم صدیوں سے انسانیت کی اجتماعی مسائل' وقت کے تقاضوں اور زندگی کے حقائق کی بجائے محض فرضی تخیلات اور دماغی عیاشی سے تھا ہماری علمی توانیاں وفکری قوت یونانی فلسفہ کے وحدۃ الوجود جیسے لایعنی مباحث میں صرف ہوتی رہیں ہمارے ہزاروں بڑے بڑے دماغ عظیم دانشور وعقلاء جو انسانیت کو بہت کچھ دے سکتے تھے انہوں نے اپنی علمی وذہنی صلاحیتوں کو ایسے لایعنی وبے سود مباحث میں صرف کیا وہ صدیوں تک وحدۃ الوجود کا مسئلہ حل کرتے رہے' اپنے علم وذہانت وقت اور صلاحیتوں کے غلط استعمال کی یہ سزا ملی کہ قدرت نے ان مسائل وحقائق سے جن کا قوموں کے عروج وزوال' غلبہ وسربلندی موت وحیات اور اجتماعی زندگی سے گہرا تعلق تھا ان کی اہمیت وحقیقت ہمارے دل ودماغ سے محو کر دی اور قدرت کی طرف سے یہ وبال یا عذاب ہم پر آیا کہ ہمارے بڑے سے بڑے علم وعرفان کے دعویدار صدیوں سے اندھوں کی طرح یونانی وایرانی افکار ونظریات کی تاریکی وجہالت میں بھٹکتے رہے اور ملت اسلامیہ اور انسانیت کے اجتماعی مسائل کی گھتیاں الجھتی گئیں علم میں تنزل بڑھتا گیا اور دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے قرون وسطیٰ اور عصر حاضر میں یورپ اور مسلمانوں کے علمی وعقلی مقام کا بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے' ساتویں صدی ہجری میں جب یورپ نے صلیبی یلغار شروع کی اس کا پانچواں صلیبی حملہ شاہ فرانس سینٹ لوئیس St.Loewis کی طرف سے براہ راست مصر پر ہوا اس کی سرگزشت ایک فرانسیسی مجاہد ژے آن ژواین ویل نے تاریخ میں محفوظ کی اس وقت مسلمان علم وعقل اور جنگی اسلحہ وتدابیر میں یورپ سے بدرجہا فائق ہے اہل یورپ

مسلمانوں کے اسلحہ و ترقیات کو حیرت سے دیکھتے تھے چنانچہ جب مسلمانوں نے اس دور کے میزائل یعنی آگ کے شعلوں میں جلتے بان کے تیروں کی بوچھاڑ کی تو فرانس کے شہنشاہ سینٹ لوئس نے حکم دیا کہ عیسائی افواج سجدہ میں گر کر خداوند مسیح سے دعا کریں کہ مسلمانوں کے میزائل انہیں گزند نہ پہونچائیں، چنانچہ سجدہ میں دعائیں ہوتی رہیں اور فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگیا اس کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد نپولین نے مصر پر حملہ کیا اس وقت یورپ کا تاریک دور ختم ہوکر وہ علم و سائنس میں مسلمانوں سے بدر جہا آگے نکل چکا تھا۔ اب وہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی جگہ پر تھا اور مسلمان قرون وسطیٰ کے یورپ کے تاریک دور میں پہنچ چکے تھے اب معاملہ و ریزلٹ برعکس ہوا۔ اب یورپ کی ترقیات اور جدید اسلحہ مسلمانوں کو حیرت زدہ کرنے والے تھے، حاکم مصر نے شیخ الازھر سے مدد چاہی تو ارشاد ہوا کہ ختم بخاری شریف انجاحِ مقاصد کے لئے تیر بہدف نسخہ ہے چنانچہ بخاری شریف کا ختم شروع کر دیا گیا۔ بخاری شریف ختم نہیں ہوا تھا کہ قاہرہ پر فرانسیسی افواج کا قبضہ ہوگیا غرض تہذیبوں کا عروج و زوال ہو یا عسکری فتح و شکست یا اقتصادی و معاشی ترفع و بدحالی سب ہی کا تعلق علم سے ہے ہمارے موجودہ تنزل، محکومی و محتاجی کا حقیقی سبب صرف ایک ہے وہ ہے علم میں اقوام عالم سے پچھڑ جانا۔ اس وقت ہمارے علمی تنزل کا حال یہ ہے کہ باوجود پیٹرول، ربڑ اور ہر قسم کے معدنی ذخائر و خزانے رکھنے کے ۶۰ مسلم ملکوں کی مجموعی سالانہ آمدنی (GDP) یورپ کے کسی چھوٹے سے بے حیثیت ملک کے برابر بھی نہیں ہے۔ ۱۵۰ ملین آبادی اور نیوکلیئر طاقت کے حاصل پاکستان کی ۵۷ یونیورسٹیوں کا سالانہ بجٹ ۹ بلین روپیہ اور ملک کے سالانہ GDP ۱۲ بلین ڈالر ہے جبکہ ایک ملین آبادی کے شہر سنگاپور کی واحد یونیورسٹی کا سالانہ بجٹ ۵۵ بلین ڈالر اور صرف ۴ ملین آبادی کے غیر معروف ملک فن لینڈ کی صرف موبائل فون سے آمدنی سالانہ ۲۶ بلین ڈالر ہے۔ اس لئے کہ ہم تعلیم میں ساری اقوام سے پسماندہ رہ گئے ہیں مثلاً عرب لیگ کے ۲۴ ملکوں میں (جن میں اکثر تیل کی دولت سے مالا مال ہیں) تقریباً ۳۵۰ یونیورسٹیاں ہیں اور ہر سال تقریباً چار سو پچاس افراد P.hd. کرتے ہیں جبکہ صرف برطانیہ میں ایک ہزار سے زیادہ یونیورسٹیاں اور ہر سال تقریباً ۱۲ ہزار افراد PHD کرتے ہیں، غرض مغرب کا دنیا پر غلبہ و تسلط اور سیاسی و تمدنی حکمران سپر پاور بن کر دنیا کا آقا و حاکم بن جانا سب کچھ اس کی علمی تفوق و برتری کا نتیجہ ہے۔

امت مسلمہ کا اس وقت بنیادی مسئلہ علم میں پچھڑ جانا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے اور مغرب کے درمیان طاقت کا توازن اس قدر بگڑ گیا کہ فرق ایک اور ہزار کا ہوگیا اس کمزوری نے ملت اسلامیہ کو مغرب کے رحم و کرم پر کر دیا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تہذیبوں کے عروج و زوال کا اصل و بنیادی سبب علم ہے۔ علم کا صحیح استعمال انسانیت کیلئے فلاح و بہبودی اور خوش بختی اور غلط استعمال ہلاکت و تباہی کا سبب بنتا ہے اور علم کی طاقت کا صحیح یا غلط استعمال موقوف ہے انسانیت اور زندگی کے متعلق نظریہ حیات کے صحیح یا غلط ہونے پر یعنی علم کا حامل اگر تمام نوع انسان کے لئے محبت و اخوت

عزت واحترام مساوات و برابری کا نظریہ وعقیدہ رکھتا ہے یا کسی خاص رنگ ونسل کے تفوق و برتری کا اگر دنیا میں علم کے سرچشمے اول الذکر کے پاس ہیں تو وہ دنیا اور انسانیت کے لئے باعث رحمت وخوشحالی اور ثانی الذکر کے پاس ہیں تو باعث ہلاکت و تباہی ہوگا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علم وسائنس کے سرچشمے وسوتے جب تک مسلمانوں کے پاس رہے ان کا استعمال عموماً انسانیت کی بہبودی ونفع رسانی کے لئے رہا اور جب سے علم وسائنس پر مغرب کی نسل پرستانہ نقطہ نظر رکھنے والی اقوام کا تسلط ہوا ان کا زیادہ تر استعمال تہذیبوں کی تخریب و تباہی اور ان کا استحصال کر کے ہمہ جہتی غلام بنانے کے لئے ہو رہا ہے' یہ پوری انسانیت کی بدقسمتی ہے کہ اسی وقت علم وسائنس پر جن کی اجارہ داری ہے وہ انسانیت کے متعلق نسلی تفریق کا نکتہ نظر رکھتے ہیں' مغرب ہمیشہ ہی سے اپنے جغرافیہ ورنگ وخون کی تفوق و برتری اور غیر یورپین تہذیبوں کے گھٹیا اور حقیر ہونے کے نظریہ کا قائل رہا ہے ہمارے نزدیک اس وقت کا سب سے تشویش ناک اور فکر انگیز مسئلہ امریکہ یا یورپ کا علم وسائنس میں تفوق نہیں بلکہ ان کا متعصبانہ اور نسل پرستانہ نظریہ حیات ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یورپ نے کبھی غیر یورپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اس نے ہمیشہ غیر تہذیبوں اور اقوام کو اپنی شکارگاہ سمجھا۔

گزشتہ دو صدیوں میں دنیا بھر میں جہاں کہیں اقوام وتہذیبوں کی خونریزی دنیا میں آئی وہ یورپ کے اسی نسل پرستانہ سوچ کی وجہ سے آئی اور اکیسویں صدی میں داخل ہوتے ہوئے مغرب کے افریقہ' مشرق وسطیٰ وسط ایشیاء جنوبی ایشیاء اور مشرق بعید کو لوٹ کر اور چوس کر کنگال کر دیا اور ان کی شاہ رگ پر اپنے خونی پنجے گاڑ دیئے اس وقت امریکہ گلوبلائزیشن کے خوشنما عنوان سے تمام تہذیبوں کی صفات وخصوصیات ختم کر کے ان پر امریکی کلچر' طور طریقوں کو مسلط کرنا چاہ رہا ہے تا کہ دنیا کی تمام تہذیبیں اپنے تاریخی تہذیبی ثقافتی ومذہبی ورثہ سے بیگانہ ہو کر بلکہ ان پر لعنت بھیج کر امریکی کلچر وطرز زندگی میں ڈوب کر بخوشی امریکی غلامی پر فخر کرنے لگے۔

مغرب کی نسل پرستانہ سوچ نے علم وسائنس کے سرچشموں میں زہر گھول کر رکھ دیا اور دنیا کے حسین گلشن کو ٹائم بم یا بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے علم وسائنس کی بدولت دنیا کی معاشیات صنعت وتجارت تمدن وکلچر اور ہمہ نوع وسائل وپیداوار پر مغرب کا مٹھی بھر نسل پرست ٹولے کا قبضہ ہو گیا ہے جن کا مقصد دنیا کی تمام تہذیبوں کو مستقل طور پر اپنا سیاسی' اقتصادی وتہذیبی غلام بنانا ہے' مغرب کا یہ خطرناک نسل پرست گروہ صہیونی اور امریکہ کے انگلو پروٹسٹنٹ (Anglo Protestant) گروپ پر مشتمل ہے جو علم وسائنس کا استعمال انسانیت کی بہبودی وخوشحالی کی بجائے بھیانک تباہی لانے والے اسلحہ وایجادات اور قوموں اور تہذیبوں کے خلاف سازشوں اور انہیں باہم دست وگریباں کرنے کے لئے کر رہا ہے علم وسائنس کے غلط استعمال ہی کا نتیجہ ہے کہ دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے ہر سال 4 کروڑ انسان بھوک سے مر جاتے ہیں دنیا کی آبادی دو وقت کی روٹی صاف پانی اور علاج کی سہولتوں سے محروم ہے' دوسری طرف امریکہ کا

اقوام عالم پر اپنی دہشت طاری رکھنے کے لئے فوجی بجٹ چار سو بلین ڈالر سے تجاوز کر گیا ہے۔اور تقریباً اتنا ہی تہذیبوں کے خلاف سازشوں اور ان میں نفرت وعداوت کے شعلے بھڑکانے کے لئے سی آئی اے اور دیگر ایجنسیوں کا بجٹ ہے اگر صرف امریکہ کے فوجی وانٹیلیجنس بجٹ کا ایک چوتھائی حصہ انسانیت کی بہبودی کے لئے صرف ہو تو دنیا کا کوئی انسان بھوکا اور بغیر علاج کے نہیں رہ سکتا غرض علم وسائنس پر انسانیت کے متعلق منفی ومتعصّبانہ نظریہ حیات رکھنے والوں کی اجارہ داری انسانیت اور اس سے محبت رکھنے والے ہر فرد بشر اور دنیا کے مفکرین دانشوروں اور عقلاء کے لئے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے اور ان کی ذہانت کا سخت ترین امتحان وآزمائش بھی۔

اس وقت عالم اسلام اور پوری دنیا کے لئے سب سے پہلے اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مغرب نے گزشتہ چند صدیوں میں سخت محنت وجدوجہد کر کے علم وسائنس کے ہر شعبہ میں غلبہ حاصل کر لیا اور نسل پرست صیہونیوں نے مغرب کے ہر شعبہ پر پنجے گاڑ کر اسے باور کروا دیا ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن کی تباہی میں مغرب کی بقاء ہے چنانچہ ۱۱/ستمبر کے بعد مسٹر بش نے اسلامی تہذیب کے خلاف پوری قوت سے کروسیڈ وار (صلیبی جنگ) شروع کر دی ہے اس وقت دنیا کے اسکرین پر اصل تصادم انہی دو تہذیبوں کے مابین ہے مغرب کے اس معاندانہ رویہ نے مسلم نوجوانوں میں غم وغصہ بھر کو انہیں نفرت وانتقام کی منفی راہ پر ڈال دیا ہے۔مغرب اپنے طرز عمل سے مسلم نوجوانوں میں نفرت اور اندھے انتقام کی آگ کو ہوا دے رہا ہے' یہ حالات بظاہر اسلام اور اس کی تہذیب کے لئے سخت مایوس کن ہیں ہمیں خوب سمجھنا چاہیے کہ اس سے دنیا میں صرف تباہی ہی آسکتی ہے عروج وسربلندی کا راستہ صبر واستقامت' تحمل وبرداشت مغرب کے مشتعل کرنے والے رویہ کو نظر انداز اور اگنور کر کے اپنی صدیوں کی کوتاہیوں' غفلت اور بے حسی کا ادراک کر کے اس کی تلافی وتدارک میں جُت جانا اور علم وسائنس میں پسماندگی ختم کرنے کے لئے کمر ہمت کس لینا ہے' عصری علوم میں مغرب کی برتری واجارہ داری ختم کرنے کے لئے عصری علم کے ہر شعبہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے خود کو وقف کر دینا ہے یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ ہمارا زوال وتنزل صدیوں میں اس حد تک پہنچا ہے کہ اسے دور کرنا یا اس کی تلافی کو دور کرنے کے لئے بھی طویل عرصہ درکار ہوگا تہذیبوں اور قوموں کی زندگی میں کوئی شاٹ کٹ نہیں ہوتا دنیا کی کوئی تہذیب وقوم کبھی کسی جادوئی چھڑی یا اللہ دین کے چراغ سے آناً فاناً زوال سے عروج کا فاصلہ طے نہیں کر سکی اس لئے ملت کا ہر فرد عصری علم کے حصول کے ایک نکاتی پروگرام کو نصب العین بنا کر اپنی جگہ پر جدوجہد میں لگ جائے ملت کا ہر فرد عزم کرے کہ کم از کم ایک بچہ کو صحیح دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ اعلیٰ ترین عصری تعلیم سے لیس کرے گا ہمارے نزدیک صرف یہی واحد راستہ ہے یعنی دینی وعصری تعلیم کی یکجائی اور علم کے سرچشموں اور سوتوں پر کنٹرول کی جدوجہد جو ملت اسلامیہ کو تنزل وزوال سے عروج وسربلندی کی طرف لے جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر ایم۔ اجمل فاروقی' انڈیا

نیو ورلڈ آرڈر—امن کی پیامبری
یا
ہتھیاروں کی سوداگری

کسی بھی دور کے انسانی معاشرہ یا تہذیب کی ترجیحات کیا ہیں؟ وہ کن قدروں کو عزیز رکھتی ہیں' وہ کن اہم مقاصد کے حصول کو اپنا مقصد وجود بنانا چاہتی ہیں' یہ ان کے اعلانات عزائم اور ترجیحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کے آٹھ بڑے ممالک نے ابھی حال ہی میں فرانس میں منعقدہ کانفرنس کے اختتام پر اعلانیہ جاری کر کے پانی کی فراہمی' دہشت گردی' جمہوریت اور بقاء باہمی کا ایجنڈہ اپنایا۔ حالانکہ اس ایجنڈہ میں خود بہت نقائص ہیں۔ صحت' فضائی آلودگی' روزگار' انصاف اور قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم جیسے بنیادی مقاصد چھوڑ دیئے گئے ہیں' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان آٹھ بڑوں کے اصل عزائم کیا ہیں؟

وہ مسئلہ جو ان آٹھ بڑوں کو درپیش ہے مگر ان آٹھ بڑوں نے جو مسئلے دوسروں کے لئے پیدا کئے ہیں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ان آٹھ بڑوں میں سب سے اہم رول ظاہر ہے کہ امریکہ کا ہی تھا یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ دنیا کی ٪۸۵ آبادی کے بنیادی مسائل خوراک' صحت' تعلیم اور معاشی ترقی ان بڑی طاقتوں کے ایجنڈہ پر کیوں نہیں ہیں؟ آج دنیا کی تمام حکومتوں کی ترجیحات میں خوراک' صحت' تعلیم اور سماجی انصاف اہم ایجنڈہ ہے یا ہتھیاروں کی خرید اہم ایجنڈہ ہے' دنیا بھر میں کس طرح اقتصادی اور معاشی غیر برابری بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے دہائی اقتصادی صورتحال میں بہتری کا فائدہ سماج کے بہت چھوٹے طبقہ کو ہوا' یہ کل آبادی ٪۲۰ اور اس میں بھی اصل فائدہ صرف ٪۱ لوگوں کو ہوا وسط درجہ (مڈل کلاس) کی اقتصادی حالت ٹھہری ہوئی ہے ۱۹۹۰ء کے بعد امریکی مزدوروں کی اوسط آمدنی میں ٪۱۴ آئی ہے' گلوبلائزیشن سے مٹھی بھر ارب پتی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

۱۹۹۹ء کی U.N.D.P کی رپورٹ میں کہا گیا ہے ٪۲ سب سے غریب اور ٪۲۰ سب سے امیر کے بیچ آمدنی کا فرق ۱۸۲۰ء میں ۱.۳ کا ۱۹۱۳ء میں ۱.۱۱ '۱۹۷۰ء میں ۱.۳۰ '۱۹۹۰ء میں ۱.۶ '۱۹۹۷ء میں ۱.۸۶ تھا۔

۱۹۹۷ء میں آبادی کا سب سے کم ۲۰ طبقہ دنیا کی کل مجموعی پیداوار کا ٪۸۶ حصہ پر قابض تھا۔ ۱۹۵۰ء میں عالمی پیداوار کے ٪۳۵ حصہ پر آج کے ترقی یافتہ ممالک قابض تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ان کا قبضہ ٪۶۸ حصہ پر ہوگیا۔ ۱۸۵۰ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان ترقی یافتہ اور غریب ممالک کے درمیان ۲ فی کس آمدنی کا فرق ٪۱۰۰۰ (ایک ہزار فی صد) بڑھ گیا ہے' ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۶ء کے دوران کھرب پتیوں کی تعداد ۱۵۷ سے بڑھ کر ۴۴۷ ہو کر دنیا کے دس سب سے زیادہ امیر لوگوں کی دولت سبھی کم سے کم ترقی یافتہ ممالک کی کل آمدنی سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ اکنامس ٹائمس ۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء۔

اس بھیانک معاشی نابرابری کی صورتحال کو پیدا کرنے میں جو جو ہتھکنڈے اور چالیں ان نام نہاد ممالک نے اپنائے ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں' مگر ان میں سے اہم ترین سودی قرضہ غیر ضروری ترجیحات وفوجی طاقت کا استعمال سب کچھ شامل ہے' غیر ضرورتی ترجیحات کی مثال یہ ہے کہ صحت تعلیم زراعت جیسے اہم شعبوں میں خرچ کم کیا جارہا ہے جبکہ ہتھیاروں پر خرچہ بڑھایا جارہا ہے۔

شریمتی شمسا سوراج کے مطابق اس وقت ہمارا صحت بجٹ سولہ ہزار کروڑ کا ہے جو مجموعی قومی پیداوار کا ۰.۹ (ایک سے بھی کم) ہے۔ اسکو ۲۰۱۰ء تک ٪۲ کرنا ہے۔ ہندوستان ٹائمس ۵/ اگست۔

جبکہ مرکزی ہیلتھ سیکرٹری کا کہنا ہے کہ ''ہماری تمام ریاستوں میں صحت پر بہت کم ترجیح دی جارہی ہے' یہ کم ہو کر کل ریاستی خرچ کا ٪۳ز۵ ہوگئی ہے جبکہ اسے ٪۷۷ ہونا چاہیے تھا۔ جے' وی' آر پرشاد راؤ' ٹائمس آف انڈیا۔

تعلیم پر ہمارا خرچہ ٪۲.۳ ہے جبکہ یہ کم سے کم ٪۶ فیصد ہونا چاہیے تھا۔ (للتا پانیکر ToI)

زراعت پر ہمارا خرچہ ٪۳.۱ ہے اس لئے ہمارا نمبر ۱۲۷ ہے۔

صحت اور تعلیم پر کم خرچ کرنے کے نتائج دنیا بھر میں ہمارے سامنے ہیں۔ ۲۷/ جون کو خبر رساں ایجنسی ڈی' پی' اے کے مطابق ۲۰۱۶ء تک ترقی پذیر ممالک میں کینسر کے مریضوں کی تعداد دوگنی ہو کر ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ کینسر کے مریض غربت کی وجہ سے تھراپی بھی نہیں کرا سکیں گے' دولت مند ممالک میں ہر ڈھائی لاکھ آدمیوں پر تھراپی کی ایک مشین ہے جبکہ غریب ممالک میں کئی لاکھ لوگوں پر ایک مشین ہے۔ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے ڈائریکٹر محمد البرادی کہتے ہیں کہ کینسر کا بحران ہر سال تیزی سے شدت اختیار کرتا جارہا ہے ترقی پذیر ممالک میں دنیا کی ۶ ارب آبادی کا ٪۸۵ حصہ رہتا ہے مگر ان ممالک میں صرف ۲۲۰۰ مشینیں ہیں' مگر ترقی یافتہ ممالک کی ٪۱۵ آبدی کے لئے ۴۵۰۰ مشینیں ہیں' ۶ کروڑ کی آبادی والے ملک ایتھوپیا میں صرف ایک مشین ہے۔ سہارا اردو ۲۸/ جون ۲۰۰۳ء

۲۷رجون کو ہی رائٹر کی خبر کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں ہر سال ساٹھ لاکھ بچے ان امراض میں مر جاتے ہیں جو قابل اعلاج ہیں۔بچوں کی ۶۰٪ اموات ۶ ممالک ہندوستان' نائیجریا' چین' پاکستان' کانگو اور ایتھوپیا میں ہوئی ہیں ان بیماریوں میں دست نمونیا تغذیہ کی کمی اور ایڈس شامل ہے۔عالمی صحت تنظیم کے ڈائریکٹر جنیر برائس کے مطابق ان ساٹھ لاکھ بچوں کی جانیں ہم آسانی بچاسکتے ہیں اس رپورٹ کے مدیر رچرڈ ہورٹن نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ کی بقاء ہمارے بچہ کا ضروری اخلاقی اور سیاسی مسئلہ ہے۔بچوں کو ماں کا دودھ دے کر تغذیہ کو بہتر بنا کر ملیریا سے بچا کر ٹیکہ لگا کر صاف پانی اور صفائی کے حالات بہتر بنا کر ان بیماریوں سے بچایا جاسکتا ہے' اندازہ لگایا گیا ہے کہ تمام ترقی پذیر اور غریب ممالک میں ان سہولیات کو بڑھانے کے لئے ۲۰۰۷ء تک سالانہ ۷۔۵ ارب ڈالر کی ضرورت ہوگی۔یہ رقم اس رقم سے بھی کم ہے جو ترقی یافتہ ممالک سالانہ اپنے کتوں کی خوراک پر خرچ کرتے ہیں' عراق پر حملہ کے لئے ۸۰ بلین ڈالر کا بجٹ رکھا گیا۔

بچوں کی بقاء کے لئے ۱۹۸۰ء میں جو رقم خرچ کی جاتی تھی وہ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ختم کردی گئی۔اردو اشٹر یہ سہارا' ۲۸رجون ۲۰۰۳ء۔

یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ سارا خرچہ (صحت اور سماجی تحفظ کا) ہی کاٹ کر لڑائیوں کو لڑا جاتا ہے۔ اروندھاتی رائے کے مطابق بش سرکار نے عراق جنگ کے لئے جو ۸۰ملین ڈالر کا بجٹ پاس کرایا ہے اتنی ہی رقم کی کٹوتی صحت عامہ اور ٹیکسوں میں رعایت ختم کر کے خرچہ پورا کرلیا گیا یعنی جس رقم سے سماج کے کمزور طبقہ کو راحت پہنچ سکتی تھی وہ رقم ہتھیار بنانے والی کمپنیوں' وزارت دفاع کے اعلیٰ حکام اور وزراء کی جیبوں میں ڈال دی گئی۔یہ ایک عام راز ہے کہ بش انتظامیہ میں ہتھیار' تیل اور دوا بنانے والی کمپنیوں کا سب سے زیادہ اثر ہے۔امریکہ اور وہاں کی اقتصادی صورت حال جس مندی کے دور سے گذر رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل رپورٹ سے ہوتا ہے۔

''۷رستمبر ۲۰۰۱ء (حملہ سے چار دن پہلے) امریکی سرکار نے رپورٹ میں بتایا سود کی شرح میں ساتویں بار کٹوتی سرکاری خرچ میں بھاری بھرکم بڑھوتری اور ٹیکسوں میں بھاری چھوٹ کے باوجود دوسری سہ ماہی کے دوران مجموعی قومی پیداوار کی ترقی کی شرح ۲٪ رہ گئی۔صرف تعمیراتی سیکٹر میں ہی آٹھ لاکھ روزگار ختم ہوگئے۔ایک ماہ پہلے کے مقابلے بے روزگاری کی شرح ۴.۵٪ بڑھ کر ۴.۹٪ ہوگئی''

اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب لگاتار مندی بے روزگاری اور عوامی بیزاری سے باہر نکلنے کے لئے امریکی حکمرانوں نے جنگ کا سہارا لیا تاکہ حکمراں ٹولہ کے مفادات بھی پورے ہوں سماجی انتشار سے چھٹکارا ملے اور بین الاقوامی سیاسی عزائم بھی پورے ہوں' ہتھیاروں کی فروخت کے ذریعہ ٹھہراؤ کی حالت میں آئے بازاروں میں اچھال لاکر اقتصادی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔مال میں مانگ کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے' جنگ میں ہمیشہ موٹا منافع ہوتا ہے'

اسی لئے اس کو ایک طرح کا انویسٹمنٹ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سرمایہ دار طبقہ بحران سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ امریکی کانگریس کی ایک رپورٹ نیویارک ٹائمس میں شائع ہوئی جس کے مطابق ۲۰۰۰ء کے دوران ہتھیاروں کی فروخت ۸٪ بڑھ کر چالیس بلین ڈالر ہوگئی اس میں امریکہ کا حصہ ۶.۱۸٪ بلین ڈالر یعنی تقریباً آدھا تھا' امریکی برطانوی حکومت کے ہمنوا اخباروی ایکنامسٹ نے ۱۱ر ستمبر کے اپنے ایک مضمون میں کہا کہ ''جنگ اپنے آپ میں کوئی بری بات نہیں ہے'' خاص طور سے مندی کے دور میں ۲۲/۲۹ ستمبر کی اشاعت میں لکھا ''جنگ کا انعام'' سرکاری خرچ میں اچھال آتا ہے' سب جانتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم نے عظیم عالمی مندی کے اتار چڑھاؤ بھی ختم کر دیئے۔ کوریائی اور ویتنامی جنگ نے بھی بازار میں اچھال پیدا کیا تھا۔ امریکہ میں ہوائی اڈوں کی حفاظت سرحدوں پر حفاظت اور ملٹری تیاریوں کا بھی ایسا اثر ہوسکتا ہے۔

امریکی سرکار نے دنیا بھر کی کٹوتیوں گھاٹیوں کے دوران ہی ابھی تک کا سب سے بڑا ملٹری خریداری کا آرڈر امریکی کمپنی لاک ہیڈ مارٹن کو جدید ترین لڑاکو طیاروں کا دیا' جس کی قیمت ۳۰۰ بلین ڈالر یعنی امریکہ کے کل دفاعی بجٹ کے برابر کا آرڈر دیا۔ ان کی سپلائی ۲۰۰۶ء میں شروع ہوگی اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس وقت امریکی شیئر بازار میں سب سے اچھا کاروبار ملٹری صناعتی زمرے میں ہو رہا ہے۔ (اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب' ص' ۲۰)

کیا اس نسخہ نے کام کیا؟ جواب ہے ہاں کیا اور مندرجہ ذیل اعداد و شمار جو اسٹاک ہوم میں قائم بین الاقوامی ریسرچ فاؤنڈیشن برائے امن (سیپری) نے جاری کئے اس پر کھلی گواہی دے رہے ہیں۔

۱۹۹۸ء سے دفاعی اخراجات ۶٪ بڑھ کر ۷۹۴ ارب ڈالر پہنچ گئے ہیں' یہ رقم تمام دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۲.۵٪ ہے یہ خرچ فی کس ۱۲۸ ڈالر بنتا ہے۔ ادارہ کے مطابق سرد جنگ کے مقابلہ یہ خرچہ ۱۴٪ سے زیادہ ہے اس اضافہ کا دسواں اکیلے امریکہ کے حصہ میں گیا ہے' آج حالت یہ ہے کہ پوری دنیا جتنا کل ملا کر اپنے دفاع پر خرچ کر رہی ہے امریکہ اکیلا اس کا ۴۳٪ خرچ کر رہا ہے۔ سیپری کے مطابق دفاع پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والوں میں امریکہ کے علاوہ جاپان' برطانیہ' فرانس اور چین شامل ہیں۔ ان پانچ ممالک کا خرچ پوری دنیا کے دفاعی بجٹ کا ۶۵٪ ہے۔ ایجنسیاں ۱۷ر جون ۲۰۰۳ء بحوالہ شاہ ٹائمس

کل ملا کر ان حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں جو معاملہ بنتا ہے وہ یہ کہ امریکہ اپنی غلط اقتصادی پالیسیوں کے اندرونی بگاڑ کی وجہ سے جس مندی کا شکار ہوا اس کے لئے انہیں یہ راستہ نظر آرہا ہے کہ دنیا بھر میں جنگ بھڑکاؤ ہتھیاروں کی مانگ بڑھاؤ تو ہمارے ملک میں ہتھیاروں کی پیداوار بڑھے گی۔ بیروزگاری دور ہوگی' دنیا میں رتبہ بنے گا' مارکیٹ پر قبضہ ہوگا' اپنی تہذیب کا غلبہ ہوگا اور آج یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ جھگڑے پیدا کرو' پرانے جھگڑوں کو ہوا دو اور دونوں فریقوں کو ہتھیار دو۔ یہ تہذیب جس طرح پاپ گانوں' مقابلہ حسن' فیشن' ٹی وی اور ایم ٹی وی کے ذریعہ دنیا بھر

میں اپنی تہذیب کے خریدار بڑھاتی ہے اپنے بناؤ سنگھار' میک اپ کے مصنوعات کو مدد دیتی ہے اس طرح ہتھیاروں کی کھیپ بڑھانے اور پیدا کرنے کے لئے خوبصورت عنوانات کے تحت مختلف ممالک میں جھگڑا پیدا کر کے انہیں لڑاتی ہے اور دونوں فریقوں کو ہتھیار سپلائی کرتی ہے' انسانوں کا خون بہتا ہے' بچے یتیم ہوتے ہیں' عورتیں بیوہ ہوتی ہیں۔ بوڑھے بے سہارا ہوتے ہیں' کھیت بارود کا قبرستان بن جاتے ہیں' باغات میں سیسہ اور بارود کی کھاد ڈالی جاتی ہے اور یہی "سردار عالم" انسانی آزادی' انسانی ترقی' جمہوریت اور محفوظ دنیا کا ٹھیکیدار بھی بن جاتا ہے اور جس طرح گلی محلّہ کے دادا کے ساتھ کچھ حوالی موالی ساتھ ہو لیتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہو رہا ہے' یکساں مفاد رکھنے والے ظالم حکمران اور معاشرہ یکساں طریقہ پر چل کر انسانی تہذیب کو پھر سے غلامی کے دور کی طرف لے جانا چاہتے ہیں' مگر یہ انسانی بربادی ہوگی' انسانی ترقی اور آزادی کے نام پر۔ یہی اس ساری سازش کی سب سے تلخ حقیقت ہے' اس عیاری اور مکاری کو دنیا بھر کی عوام جتنی جلد سمجھ لے انسانیت کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔

WTO اور دیگر بین الاقوامی مالی اداروں کے اجلاس کے مقامات پر ہونے والے جلسہ اور مظاہرہ' نیز عراق پر ہوئی لوٹ مار کے خلاف دنیا کے کونے کونے میں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں بڑے پیمانے پر ہونے والے عوامی مظاہرے انسانیت کے لئے نیک شگون ہیں' ان اعداد و شمار سے کیا یہ حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ جہاد کی تجارت کرنے والے اصلی جہادی کون ہیں؟

بقیہ صفحہ نمبر ۷۱ سے

اور عقلی وجہ بخیل کی دوری کی یہ ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے خزانے دیئے ہیں اور وہ اسے امور خیر میں اور مخلوق خدا پر خرچ نہیں کرتا' تو عموماً لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے کہ ایک موقع پر مال لگانے کی ضرورت ہے' اور عام لوگ چونکہ خود ضرورتمند اور محتاج ہوتے ہیں' لیکن ایک مالدار شخص جس کے صدقہ و خیرات سے مسلمانوں کی وہ عام ضرورت یا خاص ضرورت پوری ہوسکتی ہے لیکن یہ بخیل اس میں مال نہیں لگاتا' تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

و الجاهل السخي أحب الى الله من عابد بخيل: یعنی وہ جاہل آدمی جو کہ سخی ہو' اللہ تعالیٰ کو اس عابد سے زیادہ محبوب ہے جو کہ بخیل ہو اور عابد چونکہ جاہل کے مقابلے میں ذکر ہے لہذا مراد اس سے عالم ہے' پس جبکہ علم کے باوجود اس کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مضبوط نہ ہوا اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کا جذبہ پیدا نہ ہوا تو اس عالم سے وہ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے امور خیر میں مال لگاتا ہے' اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کرتا ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اتباعِ سنت، مشعل راہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله صدق اللہ العظیم

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (بخاری ومسلم)

صحابہ کرامؓ کی بے مثال ایثار و قربانیاں:

صحابہ کرام نے اپنے عمل وکردار سے اللہ ورسول کی اطاعت کے وہ نقوش اور مثالیں تاریخ کے اوراق میں ثبت کردیئے کہ زمانہ کفر کے بڑے بڑے جابر وظالم حکمران وسرداران کے ایثار وقربانی اور جذبہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ صحابہ نے حضورؐ پر جان ومال، ملک ووطن سب کچھ قربان کردیا، جہاں حضور کا پسینہ گرتا وہ اپنا خون قربانی کے لئے پیش کرتے، اللہ ورسول کے احکامات وتعلیمات کا جو اثر ان نفوس طیبہ پر ہوا تاریخ نویسوں کے بس میں نہیں کہ ان قربانی دینے والوں کے جذبہ ایمانی سے صرف نظر کرسکیں۔

حضرت خباب بن ارتؓ: انہی جماعت طیبہ کے ایک سپوت و جانثار حضرت خباب بن ارت کو اسلام لانے کے جرم میں بطور سزا کفار نے زمین پر جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا صرف اسی پر اکتفا نہ ہوا بلکہ ایک شخص نے ان کی چھاتی پر پاؤں اس لئے رکھے کہ جلنے کے کربناک کیفیت میں کہیں حضرت خباب بن ارتؓ اپنے پہلو کو دوسرے طرف نہ موڑے اس اندوہناک سزا کا مرحلہ اسوقت تک جاری رہا جب تک کوئلے خود بخود ٹھنڈے ہو گئے جرم صرف یہی تھا کہ وہ صرف اللہ کو معبود برحق اور سید الرسل کو اس کے رسول وپیغمبر ماننے والے تھے۔

حضرت بلالؓ حضرت بلال حبشیؓ جن کے بارے میں ختم الرسل کا ارشاد ہے کہ اے بلالؓ میں جنت میں داخلہ کے دوران اپنے سے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ کو سن رہا تھا کہ مسلمان ہونے کی سزا میں کن کن مصائب کو جھیلنا پڑا، بھاری بھاری پتھر ان کو تپتے سنگریزوں میں لٹا کر ان کے سینہ پر رکھ دیئے جاتے۔ گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹا گیا مگر سنگدل لوگوں کی ہر انتہاء کو پہنچے ہوئے اذیت کے بعد ان کی قوت وعزم مزید مستحکم ہو کر جذبہ ایمانی مزید نکھر کر سامنے آتا۔ ہر مصیبت کے موقع پر ایک ہی نعرہ ہوتا کہ اللہ احد اللہ احد۔

حضرت عمرؓ کی بہن کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کی بہن کا واقعہ آپ کئی بار مختلف موضوعات کے سلسلہ میں سن چکے ہیں۔ یہ اس دور کا ذکر ہے جب حضرت عمر ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمر کو اپنی بہن کے اسلام لانے کا معلوم ہوا تو اسے مار مار کر اس کا سارا بدن خون آلودہ کر دیا۔ مگر وہ اس مقدس مقصد پر ڈٹی رہی کہ جو سزا اور عقوبت دینی ہے دے دیں۔ مگر میرا اسلام سے پھرنا ناممکن ہے۔ مرد حضرات تو مرد تھے حضرات صحابیات نے اللہ ورسول سے محبت واطاعت کیلئے صبر و استقامت کے وہ روایات قائمکئے کہ اس راستہ میں پیش آنے والے ہر قسم کی مصیبت و اذیت کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ یہی فقراء و غرباء کا ٹولہ حقیقی معنی میں اللہ کے اس ارشاد کا مصداق بن کر اللہ کے ہاں منصب جلیلہ پر فائز ہنے کے بعد کامیاب و کامران ہوئے۔ ارشاد باری ہے: ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون (سورۃ احقاف)

''بیشک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس (اقرار) پر ڈٹے رہے تو وہ نہ کسی سے ڈریں گے اور نہ خوف محسوس کریں گے۔

عاشقان رسولؐ

عاشقانِ رسولؐ کے ان جانثار جماعت صحابہ نے اپنے محبوب ﷺ کے ایک ایک فرمان وخواہش پر اپنے سارے جذبات وخواہشات قربان کر کے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ سید الرسل ﷺ سے محبت کا یہ حال ہے کہ بڑی سے بڑی اذیت و تکلیف کو برضا و رغبت جھیلنے کے لئے تیار رہے، اس کے مقابلہ میں ایک لمحہ بھی اس بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے کہ سردار دو عالم کو معمولی اذیت بھی پہونچے، آپؐ سے محبت و تعلق اور تعلیمات نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کی خاطر بڑے سے بڑے دنیاوی پیشکش اور ہر قسم کے طمع و لالچ کی ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہ تھی۔ پیغمبر کے ہر حکم و ادا کو اپنانا اپنے زندگی کا مطمح نظر سمجھ کر اس وقت کے روشن خیالوں اور تہذیب کے دعویداروں کے مذاق اور ہنسنے کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ مثلاً ان عاشقان رسول نے جب اپنے محبوب سے سنا کہ

اہتمام سنت کی فکر:

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ازرۃ المومن الی انصاف ساقبہ لاجناح علیہ فیما بینہ، وبین الکعبین وما اسفل من ذالک ففی النار قال ذالک ثلاث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیامہ الی من جراز ارہ بطرا (ابوداؤد)

''ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ مومن کا

اُزار (تہبند یا شلوار) پہننے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ وہ آدھی پنڈلیوں تک ہو اور آدھے پنڈلیوں سے ٹخنوں تک (کے درمیان) ہونے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اس سے (ٹخنوں) سے نیچے جو حصہ لٹکا ہوگا وہ دوزخ کی آگ میں لے جانے کا سبب ہوگا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ فرمائے۔ اور پھر فرمایا اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس شخص کو نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ جو از راہ غرور وتکبر اپنا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا۔''

یہ اور اس مضمون کے اور ارشادات حضورؐ سے سننے کے بعد صحابہ ہر وقت فکر مند رہتے کہ کہیں تہبند ٹخنوں سے نیچے تو لٹکا ہوا نہیں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ سے یہ حکم سننے کے بعد ہر وقت میں اپنے تہبند کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کے بارے میں فکر مند ہو کر اسے اونچے رکھنے کی طرف متوجہ رہتا۔

آج اگر ہمیں کوئی پیغمبر کی اس ہدایت پر عمل کرنے کی نصیحت کرے تو روشن خیالی اور مغربی تہذیب وتمدن کے متوالوں سے بھرپور اس دور میں ہم اس حکم کو ٹھکرا کر فوراً کہہ دیں گے کہ اس حالت میں اگر کسی نے دیکھا تو لوگ کیا کہیں گے، مگر محبت اور اتباع کے حقیقی دعویداروں کو اس قسم کے مادر پدر آزاد خیالوں کی باتوں اور مذاق کی قطعاً پرواہ نہ تھی

حضرت عثمانؓ کا اتباع سنت کا اہتمام:

ذی النورین سیدنا عثمان بن عفان صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ اور مسلمانوں کے سفیر کی حیثیت سے مشرکین کے پاس مذاکرات کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، کفار کے عمائدین اور تکبر و نخوت سے بھرپور سرداران مکہ سے بات چیت سے پہلے کسی نے کہا کہ آپ کا تہہ بند بہت اونچے بندھا ہوا ہے جو کہ مروجہ تہذیب کے خلاف ہے۔ قربان جایئے ان سچے عشق واتباع کرنے والوں سے کہ عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ محبت واتباع سنت کی راہ میں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں میرے حبیب ﷺ کا طریقہ وسنت یہ ہے کہ تہہ بند (یا شلوار) ٹخنوں سے اونچی ہو، میں اس سنت کو ترک نہیں کر سکتا۔

اللہ کے یہ برگزیدہ اور پاک باز حضرات صحابہ حضور کے اتباع کے وقت یہ نہ دیکھتے کہ یہ سنت معمولی یا حقیر ہے اس کو ترک کیا جائے اور دوسری اہم وغیر معمولی ہے اس کو اختیار کیا جائے بلکہ ایک ہی پختہ عزم وعقیدہ تھا کہ محبوب کبریا صلعم کی ہر سنت کی تعمیل کرنی ہے اسے مشعل راہ بنا کر اسی کے مطابق زندگی گزارنی ہے کسی سنت سے معمولی روگردانی کا انہوں نے کبھی سوچا تک نہیں اس کا تو ان کے ہاں تصور ہی نہ تھا کہ وہ ہم جیسے عقل کے اندھوں کی طرح سنت سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے توجیہہ وتاویل کی راہ اختیار کرتے، محسن انسانیت ﷺ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے بچنے کے احکامات پر عمل کرتے وقت ان کو قطعاً یہ پرواہ نہ تھی کہ اس تعمیل حکم اور اتباع سنت میں وقتی ظاہری ان کو کن کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا مطمح نظر صرف اور صرف آخرت کی دائمی فکر ونجات پر تھا۔ تعمیل حکم میں ایک جانثار صحابیہ نے نہ صرف اپنے مال کی زکوٰۃ دینے پر اکتفا کیا بلکہ اپنے سارے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے

لئے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

دونوں کنگن اللہ کی راہ میں صرف کر دیئے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان امراة اتت رسول الله ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسكتان غليظان من ذهب فقال اتعطين زكاة هذا قالت لا قال يسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار قال فخلعتهما فالقتهما الى النبی ﷺ وقالت هما لله ولرسوله۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ اس کی بچی بھی تھی' بچی کی کلائی میں دو موٹے موٹے سونے کے کنگن تھے' حضورؐ نے فرمایا کیا ان سونے کے کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو اس نے کہا کہ نہیں حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس بات پر خوش ہو گی کہ آپ کی زکوٰۃ نہ دینے کے بدلے آخرت میں جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنائے جائیں۔ (یہ ارشاد سنتے ہی) اس صحابیہ نے دونوں کنگن اتار اوا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش فرما کر کہا۔ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔''

اتباع رسول کیلئے بے چینی واضطراب:

ان ایمان افروز واقعات کے بعد اپنے اعمال پر نظر دوڑائیں' کیا ہم میں ایسے کردار کے مرد و زن ہیں کہ اللہ و رسول کا حکم سنتے ہی اپنا سب کچھ اللہ و رسول کی راہ میں قربان کر دیں۔ آج پوری دنیا میں ملت مسلمہ کے شکست و ریخت کے کئی اسباب میں سے ایک اہم وجہ یہی ہے کہ نام ونہاد اسلام کے علمبرداروں نے اسلام کی سربلندی کے لئے جذبہ ایمانی اور حمت دینی کو بھلانے کے ساتھ ساتھ اللہ و رسول کی فرمانبرداری کی بجائے ان کے احکامات وتعلیمات کے اپنے اپنے من کے مطابق توجیہات و تاویلات میں مصروف ہو گئے۔ جس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح قرآنی و پیغمبری فرامین سے فرار کا راستہ نکل آئے۔ ذلت و رسوائی کا سامان خود مہیا کرتے ہیں اور گلے پھر دوسروں سے کر کے اپنی جھوٹی' طاعت و محبت کے دعوؤں پر مصر بھی رہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے معاشرہ کا کوئی شعبہ و کردار ایسا نہیں جو کہ مسلسل اس دعوے کی نفی نہ کر رہا ہو۔ ہم نے اپنے اسلاف کی قربانیوں' محبت الٰہی' اتباع نبویؐ کے جذبوں کو بھلا دیا ہے وہاں تو یہ حالت ہے کہ اپنے نبی ومحبوب کے ایسے اعمال و واقعات جن کا تعلق انسان کی اپنی مشیت' خواہش اور ارادہ سے ہوتا ہے' ان کی تکمیل و ادائیگی میں جان جان آفرین کے حوالہ کرنا تو ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ حتیٰ کہ حضورؐ کے وہ حالات و کیفیات جن کا تعلق قطعاً انسان کی خواہش ومشیت اور ارادوں سے نہیں ان میں بھی اتباع وموافقت کیلئے بے چین رہتے۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

''الم نشرح'' کی توضیح

۱۷/ اگست ۱۹۵۱ء۔ عجیب بات ہے آج کل سورۂ الم نشرح کے متعلق دل میں خیال گزر رہا تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا العسر (دشواری) ''یسر'' کو اطلاقی رنگ دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ پیدا کیا گیا کہ کسی متعین دشواری کے ساتھ ''یسر'' اور آسانیوں کی متعدد شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔

اذا شتدت بک البلوٰی ففکر فی الم نشرح
فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح

والا شعر، مدرسوں میں عام طلبہ کے زبانوں پر چڑھا ہوا ہے لیکن نیا خیال یہ ذہن میں آیا کہ اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے یاد دلایا گیا کہ آپ کے بند سینے کو ہم نے کھول دیا یعنی غیبی علوم کے دروازے وحی کے ذریعہ آپ پر کھل گئے۔ پھر آپ کو تنہا اس دنیا میں کھڑا کر دیا گیا، جو کفر و شرک سے بھری ہوئی تھی۔ کتنا بڑا بوجھ تھا جو آنحضرت ﷺ پر لادا گیا اور اسی کا نتیجہ ہوا کہ اپنے گھر تک کے لوگ حتیٰ کہ حقیقی چچا ابولہب جیسے لوگ تک دشمن ہو گئے وطن کو چھوڑنا پڑا۔ بڑا بوجھ تھا جس نے کمر ہی توڑ دی مگر بوجھ جس نے لادا تھا اسی نے اتار بھی دیا۔ دس لاکھ مربع میل عرب کی سرزمین آپ کے حیطہ اقتدار میں آ گئی، کامیابی اور کیسی کامیابی ''اتار دیا ہم نے اس بوجھ کو جس نے توڑ دی پیٹھ تیری'' اور ان پڑھ امّی، علیہ السلام کے ذکر کو اتنی رفعت بخشی گئی کہ نسل انسانی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کون نشاندہی کر سکتا ہے کسی ایسا آدم زاد کے نام کا جس کا نام چوبیس گھنٹوں کے اندر تیرہ سو سال سے ایشیا کے ہر ملک عرب، شام، مصر، ایران، سندھ، ہند، جزائر ہند شرقی و غربی چین میں بھی لیا جاتا ہے اور افریقہ کے بھی اکثر حصوں میں اور یورپ کے بھی بہت سے علاقوں میں۔ اولاً ایسی شخصیت ہی نہیں ملتی جس کی شہرت کا دائرہ اتنے وسیع ممالک کو محیط ہو اور پنج وقتہ اذان میں رفع ذکر کی یہ صورت کسی کے لئے اختیار ہی نہیں کی گئی۔

الغرض عدم شرح کے بعد شرح صدر، پشت شکن بار کے بعد اس بار کو کامیابی کیساتھ اتارنا، اور چاہیئے تھا کہ جس سے زیادہ گمنام کوئی نہ ہوتا اسی کو ساری نسل انسانی میں رفع ذکر کی ایسی نعمت بخشی کہ جس کی نظیر تاریخ میں موجود نہیں۔

ان واقعات کو دیکھتے ہوئے یہ دعویٰ اگر کیا جائے کہ ہر ''دشواری'' اسی لئے آتی ہے تاکہ یسر اور آسانی کی

لذت آدمی کو محسوس ہو۔ بند آنکھ والے ہی کھلی آنکھ کی لذت کو بوجھ سے جو دبایا جارہا ہے وہی بوجھ اترنے کی مسرت کو اور گمنام ہی نام آوری کی شہرت کی قدر و قیمت پہچان سکتا ہے، یہی خیال دماغ میں چکر کھا رہا تھ دل کو سمجھا تا تھا کہ ''دشواری'' جب آئے تو یہ سمجھو کہ ''یسر'' اور آسانی کی لذت سے قدرت تم کو سرفراز کرنے والی ہے۔ آج مجلس معنوی میں حاضری ہوئی تو ہمیشہ کی طرح اسی خیال کا اعادہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔

رنج و غم راحق پے آں آفرید
تابدیں ضد خوشدلی آید پدید

اور یوں بھی تو سوچئے ایک شاہزادہ بادشاہ کے گھر پیدا ہوتا ہے، پیدا ہونے کے ساتھ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کے نام کا چرچا پھیل جاتا ہے، شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں میں لوگ اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس شاہزادے کو وہ لذت کیا مل سکتی ہے جو ایک گمنام دیہاتی بچے کو اس وقت ملتی ہے جب پڑھ لکھ کر وہ زندگی کے میدان میں قدم رکھتا ہے اس کی تقریروں، تجربہ، اصابت رائے، سنجیدہ افکار سے دنیا متاثر ہوتی ہے ہر جگہ اس کا چرچا پھیلتا ہے۔ یقیناً گمنامی کے بعد نام آوری سے مسرت ملتی ہے۔

رنج و غم کی یہ تنی زبردست قیمت ہے یوں رنج و غم سے مسرت اور خوشدلی کی نعمت کو چکھ لینے کے بعد اس داورِ بے ہمتاں کے شکر سے چاہیے کہ دل لبریز کرلیا جائے، اس ''العسر'' سے ''یسر'' سے ''یسر'' کی پیدائش کے تجربات سے گزر کر ''خیر وشر'' والی اس زندگی کو ختم کرلو، توانی ربک فارغب اپنے پالنے والے کی طرف چل پڑ۔ دنیا ہی کے بعد تو جنت کا مزہ ملے گا، اگر آدم علیہ السلام کی طرح ہم جنت ہی میں پیدا ہوتے، اسی میں جوان ہوتے تو جنت بھی شاید ہمارے لئے اسی طرح بے مزہ ہو کر رہ جاتی جیسے سنتے ہیں کہ کشمیر کے باشندے ان لوگوں پر ہنستے ہیں جو ہزار ہا ہزار روپے صرف کر کر کے وہاں مرغزاروں، اور گل وگلزار کی بہاروں کو دیکھ دیکھ کر سر دھنتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالباری ندوی کہتے تھے کہ کشمیریوں کو دیکھا کہ ان باہر سے آنے والے تماشائیوں کے تاثرات پر کشمیریوں کو تعجب ہوتا ہے کہ آخر انہیں مسرت کیا مل رہی ہے۔ مجلس معنوی (مجلس معنوی سے مراد مثنوی مولانا روم ہے) میں دراصل ذکر ہو رہا تھا ''نور'' کا، فرما رہے تھے رات بے نور ہو جاتی ہے۔ رنگ حالانکہ باقی رہتے ہیں لیکن نور کے نہ رہنے سے رنگ بھی نظر نہیں آتا پہلے رنگ پر نور منعکس ہوتا ہے اور نظر آدمی کی نور پر پڑتی ہے نور کے توسط سے رنگ نظر آتا ہے جیسے باہر میں یہ ہوتا ہے کہ آفتاب اور دوسرے اجرام نیرہ کا نور رنگ پر پڑتا ہے تب رنگ نظر آتا ہے۔ آدمی رنگ ہی میں رغق ہو جاتا ہے اور نور کی طرف دھیان نہیں جاتا کہ یہ سارا کرشمہ نور کا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ آدمی کے باطن میں بھی سبز و سرخ زرد رنگ نظر آتے ہیں طریقہ ان رنگوں کے دیکھنے کا یہ ہے کہ۔

در درونِ خود بیفزا در درا تا ببینی سبز و سرخ و زرد را

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

یورپ کا توسیع پسندانہ اور سامراجی رویہ

مسلمانوں کی عہد اول کی تاریخ بڑی شاندار رہی ہے انہوں نے نہ صرف یہ کہ مشرقی ایشیا سے مغربی افریقہ اور یورپ کے مغربی علاقہ اسپین تک اپنی طاقت اور سربراہی کا لوہا منوایا بلکہ علمی میدان میں اور تہذیب و اخلاق کی خوبی میں شاندار کارنامے انجام دیئے اور علم و تمدن کا وہ معیار قائم کیا جو اس وقت اور اس کے بعد زمانہ کے لئے روشنی کا مینار بنا یہ وہ وقت تھا جب یورپ کی قومیں علم و تمدن کے لحاظ سے گھٹاٹوپ اندھیرے میں تھیں انہوں نے مسلمانوں کے علم و ترقی کو دیکھا اور کئی صدی بعد اس سے فیض اٹھانا شروع کیا اور بتدریج ترقی کے راستے پر گامزن ہوئیں، مسلمان قومیں علم و ثقافت و تمدن اور اعلیٰ انسانی قدروں کے ساتھ صدیوں تک علمی ترقی اور سلطنت و اقتدار کے میدان میں نمایاں رہیں اور اقوام عالم کے درمیان ان کو قائدانہ اور معلمانہ مقام حاصل رہا۔ اور اسپین کا اسلامی ملک اندلس تو یورپ کے ملکوں کے بالکل قریب ہی تھا لہذا وہ یورپ کے حلقوں کے لئے قابل تقلید نمونہ بنا، اور یورپ کے ممالک جو عیسائیت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور علمی و تمدنی لحاظ سے بہت پسماندہ زندگی کے حالات سے گزر رہے تھے بالآخر عالم اسلام کی علمی ترقیات و خصوصیات سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اندلس کی درسگاہوں سے باقاعدہ استفادہ علمی کیا، اور اس کے نتیجہ میں ان کی آنے والی نسلوں میں بتدریج علم سے دلچسپی بڑھتی گئی، اور نتیجتاً وہ علم و تمدن کی راہ پر امتیازی حیثیت سے گامزن ہو گئے اور اسی کے ساتھ مسلمان ملکوں میں چھ سات سو سال عروج میں رہنے کے بعد زوال کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ ایک طرف یورپ علم و تمدن کی دلچسپی میں آگے بڑھتا گیا اور دوسری طرف مسلمان ممالک بے توجہی اور غفلت میں مبتلا ہوتے گئے۔ جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان تقریباً دو صدی کی ترقی و تنزلی کے نتیجہ میں جو تقریباً پندرہویں صدی سے سولہویں صدی عیسوی تک پیش آئی، پورا عالم اسلام زوال و انحطاط اور مغربی دنیا ترقی اور کامیابی میں اہمیت کے مقام پر پہنچ گئی اور سترہویں سے انیسویں صدی کے درمیان تقریباً سارے مسلمان ممالک یورپ کی طاقتوں کے زیرنگوں آ گئے۔ سیاسی اور عسکری طور پر زیرنگوں آ جانا تو ایسی خاص بات نہ ہوتی کیونکہ طاقت کے ٹکراؤ میں نشیب و فراز آتے ہی ہیں، لیکن خسارہ اور فکر کی بات یہ ہوئی کہ طاقت کے اسباب کی طرف توجہ کرنے اور علمی ترقی اور تمدنی کے وسائل کے اختیار کرنے کے معاملہ میں مشرقی قوموں کے درمیان بڑا فاصلہ پیدا ہو گیا۔ ساری مشرقی اقوام شکست خوردہ اور پسماندہ ہو گئیں اور یورپین قوموں کی غلام بن گئیں اور غلامی بھی ایسی کہ اس میں غالب قوموں کی

طرف سے ان مغلوب قوموں کو انسانی رواداری اور ہمدردی اور حق پسندی سے بھی محروم کر دیا گیا۔ یہ ظالمانہ سامراج اور استعماری رویہ تھا' اس میں سمندر پار سے آئی ہوئی طاقتیں ان مشرقی ملکوں کے اصلی باشندوں کے ساتھ زرخرید غلام جیسا سلوک کرتی رہیں اور ان کے ممالک کو اپنی ذاتی جائداد کے طور پر استعمال کرتی رہیں اس جبر و حق تلفی نے بالاخر مشرقی اقوام میں مظلومیت کا احساس پیدا کیا جو بیداری کی طرف لے گیا اور آزادی کی تحریکیں چلیں جو بتدریج اثر انداز ہوئیں اور آہستہ آہستہ ایسی فضا بنتی گئی کہ بیسویں صدی کی وسط تک مغربی سامراج کو مشرقی ملکوں کی حکومت سے دست کش ہونا پڑا اور یہ مشرقی قومیں براہ راست غلامی سے آزاد ہو گئیں' لیکن مغربی ممالک کے حکمرانوں کو چونکہ اپنے ملکوں کے اصحاب اقتدار کی سرپرستی کے ساتھ اپنے یہاں کے دانشوروں کا تعاون بھی حاصل تھا' لہٰذا حکومتی سطح پر مشرقی ملکوں کو آزادی ملنے پر بھی ثقافتی اور علمی سطح پر مغربی ممالک کا اثر و رسوخ مشرقی ملکوں میں برابر قائم رہا چنانچہ اس کے ذریعہ مغربی ممالک مشرقی ممالک میں فکری اور علمی لحاظ سے اپنا اقتدار باقی رکھنے میں کامیاب رہے اور اس کے اثر سے مشرقی ممالک کو ذہنی اور سیاسی بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی اپنے زیر اثر رکھتے رہے۔

مغربی ممالک کا حکومتی اقتدار مشرقی ممالک سے جانے کے بعد مغربی ممالک کی طرف سے سیاسی حکمتِ عملی ایسی ہوشیاری کی رہی کہ مشرقی ممالک کے سادہ لوح لوگ اس کو بروقت سمجھنے سے قاصر رہتے رہے' اور مغربی استعمار اپنی دور رس منصوبہ بندی سے اپنے مقاصد حاصل کرتا رہا اور یہ سلسلہ بدستور قائم ہے اور مشرقی ممالک میں مغربی حکمت عملیوں کی تابعداری جاری ہے۔

بلادِ عربیہ کے متعدد ملکوں پر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں پر برطانیہ نے جب اقتدار حاصل کیا تھا تو اس نے آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو کی حکمتِ عملی اختیار کی تھی اور اس کے لئے یہاں کے مختلف حکمرانوں کے مابین کشمکش بڑھانے اور ایک دوسرے کی کشمکش میں کسی ایک کی دوسرے کے خلاف مدد دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ اس طریقہ سے اپنے کو بالادستی اور اقتدار تک پہنچایا اثر و رسوخ کو بڑھایا۔ حالانکہ انگریز یہاں ایک تجارتی کمپنی کی حیثیت سے آئے تھے' لیکن انہوں نے حفاظتی عملہ کے نام سے اپنی فوجی طاقت بنائی' یہاں کے حکمرانوں میں ایک مذہب اور ایک قوم ہونے کے باوجود آپسی اختلافات کی صورت میں ایک دوسرے کے خلاف غیروں سے مدد لینے کی کمزوری پیدا ہو چکی تھی اسی کمزوری نے ایک کو شکست دوسرے کو فتح تو دلایا لیکن فتح پانے والا بھی اپنی مدد کرنے والی طاقت کا دست نگر ہو کر غلامی کی ذلت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمن جب دوست کے لباس میں سامنے آتا ہے تو اس کے اظہار دوستی اور تعاون کی حقیقت جاننے میں سمجھداری کا بڑا امتحان ہوتا ہے' اس سمجھداری میں کوتاہی بُرا انجام لاتی ہے۔ چنانچہ اندلس سے مسلمانوں کا اخراج اسی کمزوری کے نتیجہ میں ہوا اور ہندوستان جیسے وسیع رقبہ اور آبادی والے بڑے ملک کو آبادی اور رقبہ

ے لحاظ سے اپنے سے آٹھ گنا چھوٹے اور سات سمندر پار ملک سے آئے ہوئے حریف کے سامنے ذلت کے ساتھ ماتحتی قبول کرنی پڑی اور اس ماتحتی میں یہ بڑا ملک دو سو سال بے بضاعتی اور بے کسی کے عالم میں رہا' اس کا آج آزادی کے زمانہ میں پورا اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ برطانوی سامراج کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا مصیبتیں جھیلنی پڑیں' برطانیہ کے سامنے غلامی میں رہنے کے دور میں آزادی سے کچھ قبل جب کہ ملک کی آبادی آج کے مقابلہ میں ایک چوتھائی تھی' ملک کے باشندوں کو غذا اور سامان زندگی کے حصول میں اتنی کمی کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ بنگال کے صوبہ میں ہولناک قحط نے بیشمار آدمیوں کو بھوک سے ختم کر دیا اور پورے ملک میں عرصہ تک کھانے اور زندگی کی دوسری اشیاء کی برابر کمی پیش آتی رہی حتی کہ غلہ' کپڑے اور ضرورت کا سامان راشن کارڈ اور کنٹرول سے لینے کے لئے لائنیں لگانی پڑتی تھیں۔ اور آج اسی ملک میں آبادی چوگنی ہو جانے کے بعد بھی ضرورت کی اشیاء فراوانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں' یہ اس لئے ہے کہ ملک کے باشندے خود ہی منتظم و اہل کار ہیں باہر کی طاقت کے رحم و کرم پر نہیں ہیں' لیکن یہ ملکی رہنما اگر صرف اپنے ملک اور ملک کے باشندوں کے مفاد ہی کو پیش نظر رکھیں تب ملک کو فائدہ پہنچے گا اور اگر ذاتی مفادات یا صرف فرقہ وارانہ فائدوں کی فکر تک محدود رہیں گے تو ملک کو نقصان پہنچے گا۔

مغربی سامراج کا اس ملک پر قبضہ کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا جھیلنا پڑا' ملک کے باشندوں کی طرف سے ۱۸۵۷ء میں آزادی کی کوشش کی گئی تھی' جس میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی اس کی سزا میں لوگوں کو خطا کار اور بے خطا کے فرق کے بغیر بے دریغ قتل کیا گیا' یہ استعماری طاقتوں کے کردار کی ایک مثال ہے' اسی نمونہ پر شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک میں فرانس اور بعض حصوں میں اٹلی نے جابرانہ سامراجی طریقے اختیار کیئے۔ جس کے نتیجے میں وہاں کے کئی کئی لاکھ باشندے اس جابرانہ رویئے کی نذر ہو گئے' دنیا میں علی العموم فاتح مفتوح کے ساتھ جابرانہ رویہ اختیار کرتا ہے' خاص طور پر جب اس کے سامنے خدا اور آخرت کا تصور رکاوٹ نہ بنے' خدا کا خوف اور آخرت کا صحیح تصور ہو تو انسان انسان کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے' چنانچہ مسلمان حکمرانوں میں بے شمار ایسے افراد گزرے ہیں جن میں خوف خدا اور آخرت کی سزا و جزا کا خیال تھا' لہذا انہوں نے اپنے ماتحت قوموں کے ساتھ انصاف اور ہمدردی کا رویہ اختیار کیا' اور یہ نہ ہو تو پھر فاتح کا مفتوح پر ظلم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہوتی' چنانچہ یورپی استعماری طاقتوں نے اپنی مفتوح قوموں کو زندگی کے مختلف محاذوں پر ان کے حقوق سے محروم کرنے کا جابرانہ رویہ اختیار کیا' آج اس کی واضح مثالیں سیاسی میدان میں' مذہبی میدان میں اور ثقافتی میدان میں کھلے طریقہ سے نظر آتی ہیں۔ مزید یہ کہ اس کام کے لئے انہوں نے منصوبہ بند کوششیں کیں۔ یہ منصوبے عام طور پر بڑی ذہانت سے بنائے جاتے رہے کہ جن کا عام طور پر ان مصیبت زدہ لوگوں کو واقعات کے پیش آجانا ہی پر پتہ چلا۔

برطانیہ نے شام و فلسطین پر اپنے قبضہ کے دوران یہودیوں سے فلسطین میں ان کی آبادی کو قائم کرنے اور

اس پر قبضہ دلانے کا وعدہ گزشتہ صدی کے شروع دور ہی میں کر لیا تھا۔ پھر اس کی تدبیر خاموش طریقہ سے اختیار کی' ان کی بستیاں بسانے میں مدد دی' پھر ان کو فوجی طاقت کی صلاحیت پیدا کرنے میں مدد دی جس کے نتیجہ میں عربوں سے اقتدار چھیننے کا ان کو موقع فراہم کیا اور عرب ملکوں پر جو برطانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے جنگ روک دینے پر اصرار کیا جبکہ عرب اپنے ملک فلسطین میں اپنا اقتدار واپس لینے کے قریب پہنچ گئے تھے' پھر مزید کارروائیاں امریکہ کے تعاون سے اختیار کیں اور بتدریج فلسطین میں ان کی حکومت وسیع اور مضبوط کر دی۔ اسی کے ساتھ عرب و مسلمان ملکوں میں برسرِ اقتدار ایسے لوگ لائے گئے جو وہاں کے باشندوں کے ساتھ جمہوری قدوروں سے ہٹ کر جابرانہ انداز میں معاملہ کرتے رہے اور سامراجی طاقتوں کی مصلحتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

برطانیہ و فرانس نے اپنے زیرِ اقتدار علاقوں سے نکلنے کے بعد استعماری منصوبہ بندی اور استبدادی کاموں کی باگ ڈور کی بڑی طاقت امریکہ کے سپرد کر دی' چنانچہ گزشتہ صدیوں میں جو طرزِ عمل برطانیہ اور فرانس کا تھا اس کو جمہوری عنوانات سے امریکہ انجام دینے لگا۔ جس کے اثر سے مشرقی قوموں کی زندگی کے مختلف پہلو اس کے استعماری منصوبوں کے شکار ہونے لگے' اس کی منصوبہ بندی اس طرح کی جاتی رہی کہ اس کا اثر اقتصادیات پر کنٹرول کرنے کی صورت میں اور ملک کی سیاسی پوزیشن کو متاثر کرنے کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہو' اسی کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی ترویج کے لئے بھی موثر ذرائع اختیار کرنے کا سلسلہ بھی ہے اس کے ساتھ لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ بے باک بے خدا ثقافت کی ترویج بھی کی جاتی ہے اور سامراجی اثر و رسوخ قائم ہونے میں کہیں رکاوٹ پیدا ہو تو کسی بہانے سے عسکری طاقت کو کام میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ افغانستان میں جو کارروائیاں کی گئیں اور عراق میں جو کی جارہی ہیں ان کے پیچھے بڑی حد تک اقتصادی نفع اندوزی اور سیاسی رجحان پر تصرف کا حق حاصل کرنے کی تدبیریں دیکھی جاسکتی ہیں' مشرقی ممالک میں ذرائع ابلاغ کے وسائل کو ذہن سازی کے لئے جس طرح استعمال کیا جارہا ہے ان کے پیچھے مذہب اور اخلاق کو مغربی ملحدانہ اہل فکر کی مرضی و پسند کے مطابق ڈھالنے کا منصوبہ صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

گزشتہ صدی کے آغاز تک ساری عرب دنیا اور ترکی کا ملک ایک وسیع سلطنت کی صورت میں تھے' یہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑے زبردست ملک کی حیثیت رکھتا تھا' گزشتہ صدی کے آغاز کے بعد برطانوی مشیروں نے عربوں کو قومیت کا نعرہ دے کر ترکی کے خلاف ورغلایا' جس کے نتیجہ میں تحریک چلی اور عرب ملک ترکی حکومت سے الگ ہو کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے' اور بتدریج برطانیہ و فرانس کے اقتدار اور سرپرستی میں چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کا یہ ملک جو ایک زبردست طاقت تھا ۲۰۔۲۲ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تبدیل ہو گیا۔ دوسری طرف ترکوں کو عربوں کے اس رویہ کے خلاف نفرت دلا کر اسلام کی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی' اور مصطفیٰ کمال کے ذریعہ اسلام کے شعائر کو ممنوع قرار دلوایا' بہر حال آج مشرق وسطیٰ میں جو سیاسی اور حکومتی انتشار اور آپسی ٹکراؤ ہے

اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ سب برطانیہ کی ذہن سازی اور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

فرانس نے مراکش' الجزائر اور تیونس پر اپنے قبضہ کے دوران عربی زبان سے ان کو محروم کرنے اور فرانسیسی زبان کو ان ملکوں کی وطنی زبان بنانے کی تدابیر اختیار کیں' علماء نے مقابلہ کیا اور بالآخر پندرہ بیس لاکھ افراد کی جانوں کی قربانی لینے کے بعد فرانس نے ان علاقوں کو چھوڑا' لیکن الگ الگ کر کے اور اپنی تعلیمی تدابیر سے ان کے باشندوں کا ذہن یورپ زدہ بنانے کے ساتھ چھوڑا' جس کے اثرات وہاں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور حکمرانوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مشرقی ایشیاء میں ہالینڈ نے بھی سامراجی پالیسی کے تحت انڈونیشیا پر اقتدار قائم کیا اور بڑی مشکل سے ملک کو چھوڑا لیکن اپنے ثقافتی اثرات سے وہاں عیسائیت کو فروغ دینے کی کوشش کی جس کی سرپرستی امریکہ و دیگر مغربی ممالک ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد بھی کر رہے ہیں اور عیسائیت کو مسلط کرنے کی برابر انتھک کوشش جاری ہے۔

یورپ کے ملکوں کی طاقت کمزور ہو جانے کے بعد ان کاموں کے لئے امریکہ نے ان کی جگہ سنبھال لی' اس نے جاپان کو قابو میں کرنے کے لئے اس کے آباد شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جس سے لاکھوں افراد ہلاک اور معذور ہوئے' پھر ویت نام میں اپنا اثر قائم کرنے میں ہزاروں ہزار انسانوں کی جانیں لیں اور اب کچھ عرصہ سے افغانستان اور عراق پر قبضہ جمایا' جس کے دوران کتنے بے گناہوں کو جیل اور سزا کی اذیتوں سے گزرنا پڑا اور اب بھی گزر رہے ہیں اور اب شام و ایران کے بھی ان کی زد میں آنے کے امکانات ہو گئے ہیں۔ اور ان سب نے مشرقی ملکوں میں جس تہذیب و تمدن کا پرچار کیا جو ان کی سرپرستی میں برابر جاری ہے' اس میں تمام اسلامی اور مشرقی قدروں کو ہولناک چیلنجوں کا سامنا ہے' اخلاقیات کا پورا ڈھانچہ بدلا جا رہا ہے۔

خود امریکہ و یورپ کے اخلاقی آزادی اور حیا سوز بیباکی کے جو واقعات ان کے تمدن و معاشرہ میں پیش رہے ہیں جن کو وہ رضامندی کے ساتھ ہونے پر کچھ عیب کی بات نہیں سمجھتے وہ ایسے غیر معمولی ہیں کہ بعض تو جانوروں میں بھی پیش آ رہے ہیں جن کو وہ رضامندی کے ساتھ ہونے پر کچھ عیب کی بات نہیں سمجھتے وہ ایسے غیر معمولی ہیں کہ بعض تو جانوروں میں بھی پیش نہیں آتے' اس آزادی و بے باکی کے نتیجہ میں لاکھوں بچے ایسے پیدا ہو رہے ہیں جن کے باپ کا پتہ نہیں چلتا صرف ماں تک ان کا تعلق ثابت ہوتا ہے اور مرد و عورت کی شادی کو زحمت سمجھ کر دل خوش کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کرنا بھی عام ہوتا جا رہا ہے اس کے لئے میڈیا کے ذرائع او قانون ہمت افزائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہی صورت حال مغربی ملکوں کی طرف سے ان کے سامراجی ذرائع سے مشرقی ممالک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے نام سے اختیار کی جا رہی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ان حالات کو مشرقی قوموں کے دانشور بھی زیادہ توجہ کے قابل نہیں سمجھ رہے ہیں' ان میں

عمومی ذہن کے اعتبار سے حالات کے بارے میں زیادہ خطرہ کی بات نہیں سمجھی جاتی ہے' اچھا گمان ہی پایا جاتا ہے' حالانکہ اس طرح کے کاموں کے لئے جو منصوبے استعماری طاقتیں استعمال کرتی ہیں ان کا انتظام بعض وقت کئی دہائی پہلے شروع ہوا ہوتا ہے اور جب نتائج تک نوبت پہنچی ہے تب لوگوں کو کچھ توجہ ہوتی ہے اور اس وقت تک ان کے تدارک کا موقع ہاتھ سے تقریباً نکل چکا ہوتا ہے اور صرف افسوس کیا جاسکتا ہے۔

ان حالات کی صورت میں مشرقی ممالک کی سیاسی' ثقافتی اور اخلاقی زندگی پر جو اثرات پڑ رہے ہیں اور جو خود ان کی کتابوں اور رسالوں میں آ رہے ہیں ان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہی اثرات ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مشرقی ممالک کے پڑھے لکھے لوگوں میں پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اور اسی طرح مشرقی ممالک کے جو معدنی ذخائر یا اقتصادی ذرائع ہیں مغربی طاقتوں کی طرف سے ان سے نیم مالکانہ فائدہ اٹھانے کی تدابیر کی جارہی ہیں یہ ایسا ہے کہ اس کو ایک طرح سے پوشیدہ غلامی کا بھی نام دیا جاسکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم خوبصورت اصطلاحات اور پسندیدہ الفاظ اور دلکش انداز بیان سے ہی حقیقت کو سمجھنے میں مدد نہ لیں بلکہ ماضی اور حال کے واقعات کی حقیقتوں کے گہرے مطالعہ کے ذریعہ غالب قوموں اور بااثر طاقتوں کے عزائم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان عزائم کے تحت جو منصوبے ہوسکتے ہیں ان کو شروع ہی میں سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے عمل میں آ جانے اور نتائج ظاہر ہونے سے پہلے ان کا تدارک کریں اور اگر تدارک نہ کرسکیں تو کم از کم ان سے آگاہ ہوسکیں اور دوست اور دشمن میں فرق سمجھ سکیں۔ خاص طور پر دشمن اگر دوستی اور ہمدردی کے انداز و اظہار کو اپنا طریقہ کار بنا رہا ہو۔

ہماری مشرقی دنیا میں گزشتہ تین صدیوں کے اندر مغربی استعمار اور اس کے استحصالی مقاصد سے جس طرح سابقہ پڑا ہے وہ بڑا دردناک اور مغربی ذرائع ابلاغ کے تصرف اور اثر و رسوخ کی وجہ سے مغرب کے استحصالی رویہ کو سمجھنے میں بڑی کوتاہی ہورہی ہے اور اب استعماری و استحصالی رویہ اتنا مخفی بھی نہیں رہا کہ جس کے سمجھنے میں دشواری ہو' مگر افسوس یہ کہ ہم ابھی اپنے محدود مسلکی اور ذاتی و شخصی مصلحتوں کے ٹکراؤ سے ہی پوری طرح نہیں نکل سکے ہیں' اور اپنی طاقت اور دانشوری کا میدان علی العموم ان ہی ذاتی شخصی مقاصد کو ہی بنائے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے ہم ان دانشوروں کے مضامین اور کتابوں کا مطالعہ کریں جنہوں نے مغرب کے اس رویہ کا گہرا مطالعہ کر کے اس کے مضر پہلو' اور اس کے موثر نتائج کی نشاندہی کی ہے اور اب اس سلسلے کا لٹریچر اچھا خاصا تیار ہو چکا ہے اور مغربی ممالک میں آنے جانے والے یا وہاں کچھ وقت گزارنے والے حضرات ایک تعداد میں یہ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔

جناب شاہد عمادی

علم وحکمت کے پرانے چراغ

عہد قدیم سے دنیا کے نقشہ پر بہت سی تہذیبیں ظاہر ہوئیں اور فنا ہوگئیں کچھ کی شان وشوکت اور تہذیب و تمدن کے نشانات ملے' مولانا شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں۔'' تمام مورخوں کا بیان ہے کہ دنیا میں سب سے اول تہذیب و تمدن کی ابتدا بابل ونینوا سے ہوئی'' ان میں کچھ نے علم وحکمت پر توجہ کی' فکر وتحقیق کی جستجو اور تعمیر وتسخیر کی آرزو حیرت انگیز انکشافات کا سبب بنے' تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ یونان کو علم وحکمت کے فروغ میں عہد قدیم کی تہذیبوں میں امتیازی حیثیت حاصل ہوئی' چنانچہ عہد قدیم کے چند نامور سائنس دانوں کا تذکرہ یہاں مقصود ہے جو علم و حکمت کے پرانے چراغ تھے۔

تالیس:

یونانی دور کے علماء وحکماء میں سب سے قدیم سائنسداں ایشائے کوچک کا باشندہ تالیس (Thales) غالباً ۶۲۹ ق۔م پیدا ہوا اور تقریباً ایک سو برس عمر پائی' مصر کے اساتذہ سے فلسفہ' ریاضی اور سائنس کی تعلیم حاصل کی' علم فلکیات میں اس کے مشاہدات وتجربات نے علم وحکمت کے میدان میں انقلاب برپا کردای' سورج گرہن اور چاند گرہن پر اس کے بیانات کا لوگوں نے مذاق اڑایا' لیکن جب فلکی حسابات کی بنیاد پر اس نے مکمل سورج گرہن کی پیشگوئی اور دن اور تاریخ کا اعلان کیا سورج گرہن کے بتائے وقت پر ہونے کے باعث تالیس کی عظمت مسلّم ہوگئی' علم ہندسہ میں اہل مصر مہارت رکھتے تھے' جس میں تالیس نے کمال حاصل کیا اور اپنی تحقیقات ومشاہدات کی بنیاد پر اصول بنائے' سائے کی مدد سے اہرام مصر کی بلندی ناپی۔

تالیس کا خیال تھا کہ چاند سورج اور ستارے زمین کے گرد گردش کرتے ہیں وہ پانی کو تمام کائنات کا منبع قرار دیتا تھا' بعد کے سائنس دانوں نے ان خیالات کی تردید کی۔

فیثا غورث:

یونان کا چھوٹا سا جزیرہساموس (Samos) کو ۵۸۲ ق م فیثا غورث (Phythagorus) کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہوا' اس دور میں دریائے فرات کے کنارے واقع شہر بابل جو بغداد سے ۶۰ میل کے فاصلے پر تھا' تہذیب وتمدن کا مرکز اور علم وحکمت کا اعلیٰ قدر منبع علم ودانش تھا جبکہ یونانیوں کی حالت نیم وحشیوں کی سی تھی' فیثا غورث نے بابل سے ریاضی اور فلسفہ میں کمال علم حاصل کیا اور تلاش علم میں سیاحت پر نکل پڑا' مشرق میں وہ

ہندوستان میں بہار تک آیا' جہاں گوتم بدھ سے ملاقات کی جو اپنے عہد کی علم و عرفان کی حامل شخصیت کے مالک تھے' ۳۴ سال کی طویل سیاحت کے بعد یونان واپس لوٹا' لیکن اٹلی میں بود و باش اختیار کی' اور ایک درس گاہ قائم کی جس میں رائج علوم کے علاوہ اپنے مخصوص عقائد کی تعلیم بھی دیتا تھا' نظم و ضبط کی پابندی لازمی تھی' اعلیٰ اخلاقی قدروں پر عمل پیرا تھا' موسیقی کا شائق تھا' علم ہندسہ میں اس کے کلیے مشہور ہیں۔ فیثا غورث نے انکشاف کیا کہ چاند کی اپنی روشنی نہیں بلکہ وہ سورج سے حاصل روشنی کو منعکس کرتا ہے اس کی موت گمنامی میں ہوئی۔

دمقراط:

یونان کے ایک چھوٹے ساحلی شہر شہر آب درہ میں ۴۶۰ ق۔م عہد کا مشہور سائنسداں **(Democrates)** دمقراط پیدا ہوا۔ مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تلاش علم میں طویل سفر کیا اور جب واپس اپنے آبائی وطن لوٹا تو وہ ایک بوڑھا فلسفی تھا جو اپنے ہم وطنوں کو دنیا پرست طرز زندگی اور ہوس پرستی کو حقارت سے دیکھتا' لوگوں نے اس کو دیوانہ مشہور کر رکھا تھا۔ نامور حکیم بقراط اس کا ہم عصر تھا اور علم طب میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس نے دمقراط کو ایک عظیم فلسفی اور صاحب علم وحکمت قرار دیا۔

دمقراط وہ اولین سائنسداں تھا' جس نے دنیا کو پہلی بار ایٹم **"Atom"** سے روشناس کرایا۔ نیند اور موت کے متعلق دمقراط کا نظریہ تھا کہ جب انسانی جسم سے روح کے بعض مخصوص ایٹم نکل جاتے ہیں تو نیند غالب آ جاتی ہے' اور جب روح کے تمام ایٹم انسانی جسم سے نکل جاتے ہیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ دولت مند باپ کا بیٹا دمقراط جس کو عہد طفلی میں دنیا کی کسی شے کی کمی نہ تھی۔ جب بانوے سال میں فوت ہوا تو عسرت و تنگدستی کے سوا اسکے پاس کچھ نہ تھا۔

بقراط:

ایشیاء کوچک کے ساحل کے قریب واقع جزیرہ کوس **(Cos)** میں بقراط کی ولادت ۴۶۰ ق۔م' ہوئی۔ اس نے علم وطب میں علم العلاج کی طرح ڈالی اس عہد میں مروجہ ٹونے ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ امراض کے علاج پر بقراط کو بالکل اعتقاد نہ تھا' اور نہ مذہبی رسوم کے ذریعہ علاج کا وہ قائل تھا' دواؤں کے ذریعہ علاج رائج کرنے میں وہ اولین اطباء کی فہرست میں ممتاز تھا۔

بقراط کا دعویٰ تھا کہ دنیا میں موجود کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا اللہ نے نہ پیدا کی ہو' اس کا قول تھا کہ خون' بلغم' صفرا اور سودا یہ چاروں چیزیں جب تک جسم میں اپنے صحیح تناسب میں رہتی ہیں آدمی تندرست رہتا ہے' ان میں سے کسی کی کمی یا زیادتی بیماری کا سبب بنتی ہے' وہ کم وبیش ۳۰۰ مفرد دواؤں کا علم رکھتا تھا۔ ستاروں کی گردش کا اثر انسانی زندگی پر درست مانتا تھا۔

ارسطو:

یونان کا مشہور فلسفی ۳۸۴ ق۔مٔ میں پیدا ہوا۔ دارالسلطنت ایتھنس آ کر عظیم دانش ور افلاطون (Plato) کے حلقہ درس میں شریک ہوا اور بہت جلد اپنی ذہانت سے علم وفن میں کمال ناموری حاصل کیا۔ حکیم افلاطون ایک قابل طبیب، علم ہندسہ اور علم اعداد وغیرہ میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ فن تدبیر میں سقراط کا پیرو تھا۔ ارسطو نے علم و حکمت کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ اس کی تحریریں صدیوں بعد تک علم وفن کے ہر میدان میں حرف آخر رہیں۔ فلسفہ طبیعیات، منطق، اخلاق اور سیاسیات وغیرہ علوم پر ارسطو کے قوم کو صدیوں بعد تک کے دانش اور مستند مانتے تھے، ارسطو امام الفلسفہ کا مقام رکھتا تھا۔ مسلمان حکماء ودانشوروں نے ارسطو کے ان علمی ذخائر کے ترجمے کئے اور تشریحات لکھیں جس سے اہل یورپ کو ارسطو کی عظیم علمی خدمات کا علم ہوا۔ مولانا شبلیؒ لکھتے ہیں: اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں نے نہایت جدوجہد سے ارسطو کی ایک ایک تصنیف بہم پہنچائی۔

ارشمیدس:

جنوبی اٹلی میں جزیرہ سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع قدیم بندرگاہ سیراکوس (Syracuse) میں اپنے عہد کا عظیم سائنسداں ارشمیدس (Archimedes) ۲۸۷ ق۔م، پیدا ہوا۔ جس کی قابلیت کا لوہا پوری دنیا آج میں بھی مانتی ہے۔ اس کے مسئلے اور کلیے علم طبیعیات (Physics) ریاضی (Maths) اور علم ہندسہ (Geometry) میں آج بھی رائج ہیں۔ اس نے علم طبیعیات کے قوانین مرتب کئے اور ماسکوئیات (Hydraulics) کے موضوع پر کتاب لکھی۔

جالینوس:

ایشائے کوچک کے ساحل کے قریب واقع عہد قدیم کا مشہور قصبہ برغامہ (Pergamus) میں ۱۳۰ء میں یونانی دور کا عظیم طبیب جالینوس (Galen) پیدا ہوا۔ جس نے علم طب میں انقلاب پیدا کر دیا۔ تحصیل علم کے لئے سمرنا اور اسکندریہ کا سفر کیا اور علم طب میں کامل مہارت حاصل کر کے اپنے وطن واپس آیا، ان گنت طبی تجربات وتحقیقات اور بے شمار مریضوں کا کامیاب علاج کر کے ناموری پیدا کی اور علم طب کو نئی راہیں دیں، چونکہ انسانی لاشوں کو چیرنا ان دنوں ایک سنگین اخلاقی اور قانونی جرم تھا اس لئے اس نے بندروں کی لاشوں کو چیر کر جسم کے اندرونی اعضاء کا مشاہدہ کیا اور ''تشریح الابدان'' (Anatomy) اور ''منافع الاعضاء'' (Physiology) جیسے اہم علوم کی بنیاد ڈالی، دوران خون، وریدوں اور شریانوں، ہڈیوں اور مختلف اعضائے جسمانی کی تشریح اور فعل پر کتابیں تصنیف کیں۔

اوپر بیان کئے گئے حکماء کے علاوہ یونان کے دیگر مشاہیر علماء وحکماء اور دانش وروں میں اقلیدس (Heraclides) نے چوتھی صدی قبل مسیح اپنے محور کے گرد زمین کی گردش سے متعلق حیرت انگیز انکشاف کیا، ڈارون نے بھی اپنے فلسفوں سے سائنس کی دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، تیسری صدی قبل مسیح میں یونان کا نامور دانش ور ارسطارخوس (Aristavchus) نے زمین کی گردش کیساتھ سورج کے گرد زمین کی گردش کا انقلاب انگیز نظریہ پیش کیا۔

جالینوس کی وفات کے بعد علم وحکمت کی شمع یونان میں تو بجھ گئی لیکن مصر کے شہر اسکندریہ میں علم وفن کی فصل بہار ہنوز طاری تھی' علم وحکمت کی دنیا میں یونان کی عظمت رفتہ ایک قصہ پارینہ بن گئی۔ بطلیموس نامی عظیم سائنس داں نے دوسری صدی عیسوی میں اسکندریہ میں علم فلکیات پر زمین سورج اور دیگر سیاروں کے متعلق اپنے اپنے نظریات پیش کئے۔

لیکن یونان اور مصر کی عظیم سلطنتوں کی علمی کاوشوں کا دور آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوب گیا' پہلی صدی عیسوی میں سلطنت روما عظمت وشہرت کے نقطہء کمال کو پہنچ چکا تھا' جس کی سرحدوں میں انگلستان' ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک داخل تھے' رومی سلطنت میں عیسائیت کو اسی عہد میں فروغ حاصل ہوا' ۳۰۶ء میں رومی سلطنت کی باگ ڈور جب شہنشاہ قسطنطین (Constantine) کے ہاتھ آئی تو اس کا میلان عیسائیت کی طرف تھا۔ چنانچہ چوتھی صدی عیسوی میں رومی سلطنت کا سرکاری مذہب عیسائیت قرار پایا' پانچویں صدی عیسوی میں رومن سلطنت پر گاتھ' ہن' ونڈال اور جرمن اقوام نے حملے کئے جو یورپ کی نیم متمدن قومیں تھیں' کمزور رومن سلطنت ان حملوں کی تاب نہ لاسکی اور اہل یورپ پر رومی شہنشاہیت کی بالا دستی ختم ہوگئی' یورپ کی تمام اقوام عیسائی مذہب میں داخل ہوگئیں اور رومن کیتھولک مذہب قرار پایا جس کا محور پوپ (Pope) تھا جو عیسائی دنیا کا بلاشرکت غیرے روحانی پیشوا تھا۔

عیسائی پادریوں نے عوام کو اس خیال کا پابند کیا کہ انجیل مقدس کے صفحات میں تمام علوم دینی و دنیوی بند ہیں۔ باقی سارے علوم باطل قرار پائے' چنانچہ یونانی حکماء کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار پایا اور جملہ تعلیمی ادارے یک قلم بند کردیے گئے۔

توہم پرست یورپ میں علم وفنون میں مذہب سے گمراہی کا الزام اتنا شدید ہوا کہ کلیسا نے تمام علم وحکمت کی کتابوں کو ضائع کروادیا یا ضبط کر کے تہہ خانوں میں اور تاریک کوٹھریوں میں بند کر کے تالے ڈلوادیئے۔ حکمرانوں پر یہ خوف لاحق ہوا کہ ان کتابوں کا مطالعہ تو درکنار سایہ بھی حکومت کو تباہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ ہر نیا حکمراں ان تہہ خانوں اور کوٹھریوں پر اپنا تالہ ڈلوادیتا۔

مؤرخین کے مطابق تاریکی کا یہ طویل دور' یورپ پر تقریباً ایک ہزار سال تک تھا جبکہ عوام پریشان' امن وامان مفقود اور تمدنی حالات زبوں تھے' کلیسا کا اقتدار بڑھتا گیا' پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں اغلام مقرر تھے۔ توہم پرستی اپنے نقطہ عروج پر تھی۔

تاریکی کے اس طویل دور میں علم وحکمت کے احیاء کی تائید کی آواز عرب کے ریگستانوں سے اٹھی تعمیر انسانی کا نیا باب شروع ہوا جب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بنی نوع انسانی کیلئے روشنی بن کر آیا: ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے''

پہلی صدی ہجری میں ہی ایشیا و یورپ اور افریقہ کے دور دراز کے علاقے مسلمانوں کے قدم پہنچتے ہی گل و گلزار ہوا ٹھے، پرانے معیاروں کی جگہ نئے معیاروں نے لے لی، قدریں بدل گئیں، جاہلیت رجعت پسندی اور جمود کی علامت بن گئی، علم کی تکریم و تعظیم اور غور و فکر کی ترغیب پیدا ہوئی، مولانا شبلیؒ رقم طراز ہیں: ''واقعہ یہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کہ عہد وسطیٰ میں مسلمانوں نے دنیا کی تمام قوموں کا علمی سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا تھا، اگر دنیا میں مسلمانوں کا قدم نہ آتا تو یونان، مصر، ہند اور فارس کے تمام علمی ذخیرے آج برباد ہو چکے ہوتے''

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب مصر فتح ہوا تو وہاں مشہور یونانی فلسفی جان موجود تھا جس کو تاریخ نے یحیٰی نحوی کے نام سے یاد کیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی، حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں غیر قوم کے دانشوروں کو عہدے دیئے۔ امیر معاویہؓ کے لئے ابن آثال نامی طبیب نے علم طب کی بعض کتابیں، یونانی سے ترجمہ کیں، امیر معاویہؓ کے پوتے خالد نے جو علوم اسلامی میں یکتائے روزگار تھے فن طب کا علم حاصل کرنے عیسائی اور یہودی حکماء کے سامنے زانوائے ادب تہہ کیا، خالد نے یونانی اور قبطی زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کرائے، مروان بن الحکم جو بنی امیہ کا پہلا حکمران تھا اس کے دربار میں وقت کا مشہور یہودی طبیب مامور تھا، جس نے ''قرابادین'' کا سریانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کتاب کو خزانہ شاہی سے نکلوا کر بہت سی نقلیں کروائیں۔ غرض پہلی صدی ہجری کے آغاز میں ہی قدیم کتابوں کے ترجمہ کا آغاز ہو گیا تھا۔

ہندوستان کا ایک نامور پنڈت خلیفہ منصور کے دربار میں آیا اور کتاب ''سدھانتا'' نذر کی جس کا ترجمہ کیا گیا۔ برامکہ، ہارون الرشید اور مامون الرشید کی قدردانی سے ہندوستان کے اہل کمال بغداد کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابوریحان البیرونی کی سنسکرت دانی اس مرتبہ کی تھی کہ اس نے کئی قیمتی تصانیف کا عربی سے سنسکرت میں ترجمہ کر کے ہندوؤں کو پیش کیا اور کئی نایاب سنسکرت کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

غرض یہ کہ آمد اسلام کے بعد علم و حکمت، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، وغیرہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ قدیم علوم و فنون کے بیش قیمت علمی ذخیرے محفوظ ہوئے اور ان پر گراں قدر علمی و تحقیقی کام ہوئے جس سے اہل یورپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

﴿ ماخذ ﴾

۱۔ قدیم مسلمان سائنسدان، از مولانا ابراہیم عمادی مرحوم

۲۔ علوم قدیمہ اور مسلمان از علامہ شبلی نعمانیؒ

پروفیسر قاضی حلیم فضلی
مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی

جنت کے مستحقین کی صفت۔ شرمگاہوں کی حفاظت کرنا اور فحاشی و بے حیائی وزنا کاری سے اجتناب

سورہ معارج میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے مستحق لوگوں کی جو صفات بیان فرمائی ان میں سے ایک صفت شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے لوگ ہوں گے۔ فرمایا گیا ہے۔

والذین هم لفروجهم حفظون۔ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم۔ فانهم غیر ملومین۔ فمن ابتغی ورآء ذالک فاولیک هم العٰدون (معارج) جنت کے مستحق افراد کی صفات بیان کرتے ہوئے چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ مستحق جنت اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ سوائے اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کی حدود سے آگے نہیں بڑھتے اور جو ایسا کرتے ہیں یعنی مقررہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ خدا کے باغی اور سرکش ہیں۔

تفسیر وتشریح:

جن لوگوں کو جنت کا مستحق ٹھہرا گیا ہے وہ اپنی جنسی تسکین کے جائز راستے اختیار کرتے ہیں، وہ بیویوں اور شرعی لونڈیوں تک محدود رہتے ہیں اور اس حدود سے باہر دوسرے راستے اختیار نہیں کرتے۔ شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد زنا سے اجتناب بھی ہے۔ فحاشی و بے حیائی سے کنارہ کشی بھی ہے۔ سورۂ مومنون میں انہی الفاظ کے ساتھ شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والوں کو ایماندار اور کامیاب لوگ قرار دیا ہے۔ فرمایا ''مومن لوگ کامیاب و بامراد ہوتے ہیں جو اپنی نمازوں میں خوف الٰہی کا اظہار کرتے ہیں جو بُری اور بے ہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔ اور یہ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے جن میں وہ قابل ملامت نہیں البتہ جو ان حدود سے تجاوز کریں وہ حدود سے گزرنے والے ہیں۔ عریانی بے حیائی اور فحاشی سے پرہیز کرتے ہیں وہ اپنا ستر دوسروں کے سامنے نہیں کھولتے اور نہ قوت شہوانی کے استعمال میں بے لگام ہوتے ہیں۔

ازدواج کا تعلق ان عورتوں پر ہوتا ہے جنہیں نکاح میں لایا گیا ہو اور یا ملکیت کا اطلاق ان عورتوں پر ہوتا

ہے جو آدمی کی ملکیت ہوں۔ جواز کی بنیاد نکاح نہیں بلکہ ملکیت ہے۔ اگرچہ عورتوں کی ملکیت کی صورت آجکل موجود نہیں۔ بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کی استثنائی صورتوں کے سوا جنسی تسکین کی تمام صورتوں کو حرام کر دیا گیا ہے۔ خواہ زنا ہو قوم لوط کا عمل ہو یعنی لڑکوں کے ساتھ بدفعلی ہو جانوروں کے ساتھ ہو یا باہمی عورتوں کا جنسی تعلق ہو۔ یا مشت زنی کی صورت ہو یا کوئی بھی دوسرا ذریعہ ہو۔ بعض مفسرین نے متع کو بھی اس روایت کی رُو سے حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ ممتوعہ عورت نہ بیوی کے زمرے میں آتی ہے نہ لونڈی کے۔

سورہ نور میں تو زنا کی سزاؤں پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ''زانیہ مرد اور عورت کو' دونوں کو سو کوڑے مارنے کی سزا دو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ تمہیں سزا کے عمل سے نہ روکے اگر تم مومن ہو''

<u>ناجائز جنسی تعلق کیوں حرام ہے:</u> اسلام کی حدود کے سوا صنفی تعلقات کی تمام دوسری صورتیں۔ (اخلاقی' مذہبی' اور معاشرتی حیثیت سے اتنی بری نہیں کہ زمانہ قدیم سے اب تک انسانی معاشرہ ان کی برائیوں پر متفق ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت خود زنا کو حرام کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ انسان کی ذاتی بقاء اور اس کے تمدن کے قیام واستحکام دونوں کا انحصار مرد اور عورت کے پائیدار اور مستقل وعدہ وفاداری پر موقوف ہے اور یہ وعدہ وفاداری معاشرے میں معلوم بھی ہو اور معروف بھی ہو جسے معاشرے کی ضمانت حاصل ہو سکے جس کے بغیر نسل انسانی ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔

انسانی بچہ اپنی زندگی اور نشو ونما کے لئے دردمندانہ نگہداشت اور غم خوارانہ تربیت کا محتاج ہوتا ہے۔ جس کے لئے تنہا عورت کا اسے اٹھانا و برداشت کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ جب تک مرد اس کا ساتھ نہ دے جو اسے وجود میں لانے کا سبب بنتا ہے۔ مرد اور عورت اس مشترکہ ذمہ داری کو اسی وقت ادا کر سکیں گے جبکہ وہ معاشرہ میں جائز طریقے سے' نکاح کے ذریعہ' اکٹھے ہوں گے چوری چھپی یکجائی کے نتیجہ میں بچے کی پرورش کے بعد اس کی مشترکہ نشو ونما کی ذمہ داری ناممکن ہے بلکہ ناجائز بھی معاشرتی لحاظ سے غیر معروف بھی ہوگی۔ جس کے نتیجہ میں پیدائش سے پہلے تلف کیا جاتا ہے۔ اور اگر پیدا ہو جائے تو ویرانوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور اگر بچ جائے تو حرامی اولاد کو معاشرہ قبول نہیں کرتا۔

<u>انسدادی احکام:</u> اسلام نے زنا کی سخت ترین سزا تجویز کرنے کے علاوہ زنا کے تمام امکانات واسباب پر پابندی لگا دی ہے۔ جو زنا کے دروازے کھولتے ہیں یا زنا میں آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کا باہمی میل جول بند کیا۔ بن سنور کر باہر نکلنا بند کیا۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔ نظروں پر پہرے بٹھائے تا کہ دیدہ بازی سے حسن پرستی تک اور حسن پرستی سے عشق بازی اور عشق بازی سے زنا تک نوبت ہی نہ آئے عورتوں سے کہا گیا کہ اپنے گھروں میں محرم اور غیر محرم کی تمیز کریں' یہ ساری پابندیاں اسلئے عائد کی گئیں کہ فحاشی' بے حیائی اور عریانی کی آخری منزل زنا تک نوبت نہ آئے۔

سورہ احزاب میں سرکار دو عالم ﷺ کی بیویوں کے متعلق حکم ہے۔ ''اے پیغمبر کی بیویو! اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے گفتگو نہ کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص، برے خیال اور ارادے کے طمع میں نہ پڑ جائے یا اس کی نیت میں فتور نہ آجائے، بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو''، باتوں کے مواقع مردوں کے ساتھ آتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ باتوں میں شرینی، ملاوٹ نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا ہو جائے۔ دل میں برا خیال در آئے برے ارادے کا طمع پیدا ہو جائے۔

جو دین، اسلام، عورتوں کو مردوں کے ساتھ گفتگو میں اتنی احتیاط کا حکم دیتا ہے وہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی عورت مسلمان ہو کر سٹیج پر ناچے، گائے، تھر کے بھاؤ بتائے اور نخرے دکھائے کیا وہ مذہب مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ ڈراموں میں ہیروئن کا کردار ادا کرے۔ ہوائی جہازوں اور تجارتی اداروں میں مسافروں اور گاہکوں کے دل لبھائے۔ کمرشل مصنوعات کا اشتہار بنے، اجتماعی مجالس میں بن ٹھن کر آئے۔ یہ تہذیب اور کلچر کس اسلام اور کس قرآن سے برآمد کیا گیا ہے؟

قرآن کریم تو کہتا ہے کہ و قرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولی ۔گھروں میں ٹک کر رہو اور سابقہ دور کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔ اسی کے اندر خانہ داری کے فرائض ادا کرے۔ مگر آج ہمارے اعتدال پسند اور روشن خیال پرویز مشرف فرماتے ہیں کہ مجھے عورتوں کا برقع پسند نہیں۔ وہ عورت کا ننگا کرنے پر مصر ہیں۔ اور عورت کی ننگی نیکر پہنے پر بضد ہیں۔

آج ہمارے ہاں ملازموں کے سلسلہ میں ملک کے دور دراز حصوں میں یا ملک سے باہر کام کرنے والوں کے ہاں زیادہ تر نہیں تو تھوڑے بہت ایسے گل کھلتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

عورت مستور ہے۔ ڈھانپنے اور چھپائی جانے والی چیز ہے۔ جب تک گھر میں ہوتی ہے خدا کی رحمت قریب ہوتی ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ ہم سکوں، کپڑے، زیوارت کو تو محفوظ رکھتے ہیں، بینکوں کے اندر جمع کرتے ہیں، یعنی لاکروں میں رکھتے ہیں، محفوظ تجوریوں میں رکھتے ہیں دوسروں کی نظروں سے چھپا چھپا کر محفوظ جگہوں میں رکھتے ہیں۔ مگر اپنی غیرت، اپنی شرم عورتوں، بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں کو سر بازار چوراہوں، کلبوں اور غیر مردوں میں کھلا چھوڑ دیتے ہیں، تاکہ جنسی جنوں میں مبتلا آج کے معاشرے میں ہر شخص آئے اور لطف اٹھائے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے
جسے بھی شوق ہو آئے کرے شکار ہمیں۔

بے حیائی سے بچنے کا حکم: قرآن کریم میں بار بار شرمگاہوں کی حفاظت اور کھلی چھپی بے حیائی و فحاشی سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔ ''اے پیغمبر کہہ دیجئے میرے رب نے بے حیائی اور فحاشی کے کام حرام کر دیئے ہیں خواہ کھلے ہوں یا چھپے ہوئے''۔ پھر فرمایا ''بے حیائی کے قریب نہ جاؤ خواہ کھلی یا چھپی ہوئی'' دوسرے مقام پر پیغمبرؐ کی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں، اور مومن مردوں اور عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر چادروں کے پلّے ڈال کر نکلیں، گھونگھٹ نکال لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ تا کہ پہچانی نہ جائیں اور راہ چلتوں کے ذریعہ ستائی نہ جائیں۔ حکم خداوندی ہے۔ لا یبدین زینتھن الاما ظھر منھا۔ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ زینت کا اظہار تین طرح سے ہوتا ہے۔ خوشنما کپڑے پہننا۔ سر، پاؤں، منہ، ہاتھ وغیرہ کی آرائش۔ ہاتھوں پر مہندی کے نقش نگار بنا کر انگلیوں میں چھلے، منہ پر سرخی پوڈر جما کر پوری سجاوٹ کے ساتھ لوگوں کے سامنے نہ آئیں۔ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ سینہ پر چادر ڈال دیا کریں۔ خدا کا حکم ہے: پاؤں زمین پر مارتی نہ چلو تا کہ تمہاری زینت چھلک نہ پڑے، بے حیائی نہ پھیلائی جائے۔

سورۃ نور میں ارشار باری تعالیٰ ہے: جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایک اسلامی معاشرے میں فحاشی بے حیائی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔'' فحاشی پھیلانے کے ذرائع۔ بدکاری کے اڈے چلانا، جذبات کو اکسانے والے ناول قصے کہانیاں فلمیں، وی سی آر، ننگی فلمیں، گانوں اور کیسٹوں کا کاروبار۔ رسائل و اخبارات، تصاویر، نیم برہنہ لٹریچر۔ یہ سب تشیع الفاحشہ کے ذیل میں آتے ہیں۔ رقص گاہیں، کلب، ہوٹل، مخلوط مجالس اسی حکم میں آتی ہیں۔ اس قسم کی بے حیائی پھیلانے والے اداروں کے بارے میں قرآن کریم دوٹوک الفاظ میں آخرت میں عذاب کا مستحق گردانتا ہے۔

بے حیائی کے معاشرتی نتائج..... زید بن طلحہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ہر مذہب کا ایک اخلاق ہوتا ہے اسلام کا اخلاق حیا ہے۔ الحیاء نصف الایمان۔ حیا نصف ایمان ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اذلم تستحی فاصنع ماشئت۔ جب حیا نہیں آتی تو پھر جو چاہو کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آج ہمارے چاروں طرف کھلی بے حیائی، حسن کی نمائش، زینت کے اظہار کے نتیجہ میں آئے دن زنا، اغواء عشق و محبت کی داستانیں وجود میں آتی رہتی ہیں۔ اجتماعی زنا کاری، اسلامی معاشرے کی پامالی ہو رہی ہے۔ ہمارے اسی معاشرے کی چند آزاد منش و آوارہ مزاج عورتیں ذرائع ابلاغ کے صفحات اور ٹیلی ویژن پروگراموں میں عورتوں کی آزادی پر لیکچر جھاڑتی ہیں۔ انکی فلاح و محکومی کا رونا روتی ہیں۔ لیکن اس کے پیچھے جو بے حیائی اور بے غیرتی کا طوفان

اٹھتا ہے ان حقائق سے آنکھیں بند کر دیتی ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ ہمارے موجودہ حکمران بھی برقعہ کو گوارہ نہیں فرماتے

یورپ میں بے حیائی کے اثرات...... ہمارے ہاں عورتوں کی آزادی کے سلسلہ میں' یورپ کی ترقی یافتہ تہذیب کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور عورت کی وہاں آزادی کے گن گائے جاتے ہیں۔ وہاں کی جہالت ملاحظہ ہو:

یورپ میں جب عورت کا حسن بے حجاب ہوا تو ساری دنیا میں ذلت اور رسوائی کا موجب بنا۔ اسی یورپ میں چائلڈ سٹڈی کے ڈائریکٹر ملٹن کی رپورٹ کے مطابق' یورپ میں لڑکیاں اعلیٰ جماعتوں میں آنے سے پہلے حاملہ ہو جاتی ہیں۔ وہاں ایک سال میں لاکھوں حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں جائز و ناجائز کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ خانگی زندگی تباہ ہو چکی ہے۔ ہر سال لاکھوں عورتوں کو طلاق ملتی ہے۔ وہاں اس رواج کا بھی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے کہ خاوند کی اجازت سے دوسروں کے ساتھ ہم بستری کی جا سکتی ہے۔ اس بے حیائی و بدکاری کا نتیجہ ہے کہ وہاں خودکشیاں عام ہو رہی ہیں۔

اسلام نے عورتوں کے پاؤں کے نیچے جنت ہونے کا اعزاز بخشا۔ پاکیزگی' اور تقدس کی نعمت قرار دیا اور اسے قیمتی متاع جان کر سات پردوں میں چھپانے کی ہدایت دی۔ اس کے ہاتھ میں قرآن۔ دلوں میں نور ایمانی' آنکھوں میں حیا دیا۔ مگر عورت نے خدا کے ان انعامات کو ٹھکرا دیا۔ آزادی کا نعرہ لگایا تو کیا بنی؟ داشتہ بنی' طوائف بنی۔ گلوکارہ وفنکارہ بنی۔ صابن کی ٹکیہ سے لے کر ہزاروں مصنوعات کا اشتہار بنی۔ کمرشل اداروں کا ماڈل بنی۔ تجارتی اداروں میں مسکراہٹیں بکھیرنے' ادائیں نچھاور کرنے کی قیمت بنی۔ جس کی آواز کی کھنک پر پابندی تھی وہ آواز کا جادو جگانے لگی۔ اس کی تصاویر منصوعات کے لیبلوں سے اتر کر بازاروں گلیوں میں پاؤں کے نیچے رُلتی ہیں اور خود بھی رُلتی ہیں۔ رقص گاہوں کی زینت' سوشل مجالس میں خاوندوں کی تجارتی اور ملازمتی ترقی کا آلہ کار بنی۔ قرآن فرماتا ہے:

ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا ساء ما یحکمون (العنکبوت)

''کیا یہ بدکار لوگ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔''

بے حیائی میں حکمرانوں کی تباہی۔ زناکاری' بے حیائی اور فحاشی کا اندازہ خود اپنی تاریخ سے لگایئے جس نے مسلمانوں کو عرش سے فرش پر اتار دیا۔ عباسیہ' فاطمی' اغالبہ' مغلیہ کے جتنے حکمران شراب وشباب کے رسیا تھے' جتنے عیاش تھے اتنے ہی بزدل' بے غیرت اور تن آسان ہوئے' کہ اپنے تاج وتخت کو بھی نہ بچا سکے۔ ملک اور قوم کی حفاظت تو چھوڑیئے۔ نادر شاہ ابدالی میدان مارتا ہوا دہلی کے قریب پہنچا تو اس نے محمد شاہ بادشاہ کو پیغام بھیجا۔ جسے اس نے پڑھے بغیر شراب کی صراحی میں ڈبو کر کہا: ''این دفترِ بے معنیٰ غرق مئے ناب اولیٰ'' یہ بے معنی خط شراب میں غرق کرنا بہتر ہے۔ دربان نے کہا۔ حضرت نادر شاہ آ گیا ہے تو کہا۔ کیوں پریشان کرتے ہو ہمیں مل لیں گے اور یہ ملاقات ایسی ہوئی

کہ قتل وغارت گری کا سیلاب آ گیا۔ خون کی ندیاں بہیں۔ محمد شاہ ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا۔ اور فارسی کی مثل مشہور ہوئی ''شامتِ اعمال ماصورتِ نادر گرفت'' ہماری بداعمالیوں کی سزا نادر شاہ کی شکل میں نمودار ہوئی'' ہندوستان کی تمام دولت' تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا تک نادر شاہ لے گیا۔

اورنگ زیب عالمگیر جیسے نیکوکار دیندار بادشاہ نے فحاشی کے اشاعتی ذرائع پر پابندی لگائی مگر اس کا پوتا جہاندار شاہ جب دہلی کے تخت پر بیٹھا تو خوش آواز طوائف پر عاشق ہوگیا اور عشق کے اس نشے میں حکومتی سکے پر اس کا نام ''لال کنور'' درج کرایا۔ اسی لال کنور نے بادشاہ کو شہزادوں کی آنکھیں نکالنے کی فرمائش کی اور یہ بادشاہ' جہاندار شاہ ظلِ ابلیسی وشیطانی اپنی حرام کاریوں کے باعث صرف نو ماہ حکومت کرسکا۔ اس کے بعد فرخ سیر نے چار ماہ حکومت کی وہ بھی ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہوا اس کے ایک درباری امیر نجم الدین نے اسے اندھا کردیا۔

اس کے بعد اس خاندان کا دوسرا شہزادہ رفیع الدولہ تین ماہ صرف حکومت کرسکا؟ اور یہ رفیع الدولہ صاحب صرف تیرہ سال کی عمر میں آٹھ بیویوں کے خاوند تھے۔ محمد شاہ جسے اس کی عیاشیوں اور زن پرستیوں کے باعث رنگیلا کہا جاتا ہے اس کی ایک محبوبہ نے قطب جانے کی خواہش کی تو تمام راستے کو رومی مخمل بچھا کر آراستہ کیا۔ جگہ جگہ فوارے لگا کر ٹھنڈا کیا گیا اور اسے خوشبو میں بسا کر عطر چھڑکا گیا۔ لکھنو کا آخری تاجدار واجد علیشاہ تھا جس کے بعد ہم سو سالوں تک انگریزوں کی غلامی میں چلے آئے۔ یہ رقص کا ماہر تھا اور عورتوں کا شائق تھا وہ جب ناچتا تو سر پر پانی کا گلاس رکھ کر ناچتا تھا کیا مجال کہ گلاس سے پانی کا قطرہ چھلک پڑے۔ یہ اپنے ''اندر سبھا'' کے اکھاڑوں میں حسین عورتوں سے گھرا رہتا۔ عورتوں کا روپ دھارتا حتیٰ کہ ان کی بیماریاں ماہواری اور دردزہ میں خود کو مبتلا کرتا۔

اسپین' غرناطہ' اشبیلیہ جنہیں مسلمانوں نے اپنا خون دے کر اور کشتیاں جلا کر فتح کیا تھا وہ حکومتیں مسلمانوں کے آخری دور میں ان کی زناکاریوں' بدکاریوں اور فحاشیوں کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ غرناطہ کے آخری بادشاہ کی محبوبہ جو دیہاتن عورت تھی۔ کیچڑ کے گارے میں پھرنے کی خواہش ظاہر کی تو بادشاہ سلامت نے چھنی ہوئی مٹی کے ڈھیر کو عرق و گلاب سے گیلا کرکے گارا بنایا۔

بے حیائی قوم کو بزدل بنا دیتی ہے۔ وطن اور وطن کی بیٹیوں کی عزت' غیور' بہادر اور غیرت مند قومیں بچایا کرتی ہیں اور جو قومیں اپنی بیٹیوں کی عزت اور حفاظت نہ کرسکیں انہیں بے حیائی اور فحاشی کے راستوں پر کھلا چھوڑ دیں وہ محمد قاسم بن کر ملک اور ملت کی بیٹی کی آواز پر کب کوسوں دور کا سفر کرسکتی ہیں۔ جن کے اپنے ازار بند ہر وقت کھلے ہوں وہ ملک اور قوم کی بیٹیوں کے ازار بند کب کھلنے سے روک سکتے ہیں۔ غیر ملکی مہمانوں کی عزت وتکریم بجا مگر ان کے سامنے قطاروں میں لا کر اپنی بچیوں کو کھڑا کرنا اور قومی مال کی نمائش کرنا' مہمان کے راستوں کو انسانی کلیوں'' اپنی بچیوں

کے'' حسن سے سجانا کون سی غیرت مند بہادر اور خوددار یتیں ہیں کہ ان کے توسط سے دوستی اور قرضے حاصل کئے جائیں۔ اسی لئے ہمارے موجودہ صدر جنرل صاحب پاکستان میں برقعے کو پسند نہیں فرماتے تاکہ انہیں امریکہ کی زیادہ سے زیادہ خوشنودی حاصل ہو اور ان کی عیاشی کے لئے زیادہ سے زیادہ امداد مل سکے۔

فحاشی' بے حیائی اور عورتوں کی بے پردگی بزدلی سکھاتی ہے۔ اور بزدلی بے غیرتی کا روپ دھارتی ہے۔ جنگی نغمے گانے والیاں قوم میں رہی سہی غیرت اور حمیت نچوڑ لیتی ہیں۔ محاذوں پر لڑنا نہ شاعروں کا کام ہے اور نہ جنگی ترانے والی گلوکاراؤں کا کام ہے۔ ''نور جہاں اور ترانہ'' کے نغموں نے یحییٰ خان کو اتنا مدہوش کیا کہ مشرقی پاکستان کا المیہ سرزد ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں میرٹھ کانپور اور لکھنو کے علاوہ دوسرے محاذوں پر انگریزوں کے خلاف لڑنے والے مجاہد جب دہلی پہنچے تو بہادر شاہ ظفر سے درخواست کی کہ آپ صرف بادشاہ بننا قبول کریں ہم آپ کے لئے لڑیں گے۔ بہادر شاہ نے کہا۔ بابا ہم فقیر لوگ ہیں ہمیں نہ ستاؤ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی شان وشوکت کا جنازہ نکل گیا۔ اور اسی پاکستان کے ایک فوجی جرنیل صاحب جو اپنی شرابنوشی اور زناکاری میں ضرب المثل تھے اتنے ڈوبے کہ مشرقی پاکستان ہاتھوں سے نکل گیا۔

<u>حرف آخر:</u> آج بھی وہی کچھ ہو رہا ہے اگر ہم نے فحاشی' بے حیائی' بے شرمی' اور مرد و زن کے اسی آزادانہ رَوش کو نہ روکا اور خدا کے احکامات سے منہ موڑ دیا تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا بلکہ ہو رہا ہے کہ ہم اپنے اور اپنے دین کے ازلی دشمنوں سے دوستی میں اتنے آگے چلے گئے کہ انہیں ہر قسم کی مراعات دی جا رہی ہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی اتنی غلامی میں چلے گئے ہیں کہ افغانستان کی اسلامی حکومت کی تباہی میں ان کے دست وبازو بنے اور ایک ایک اسلامی حکومتوں' عراق وایران میں ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ برقع کو ناگوار کہنے والے اور ننگی پنڈلیوں میں لڑکیوں کی دوڑ کو سراہنے والے جرنیل صاحب نے ملک کو امریکہ کا غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔

یاد رکھئے ہماری بقاء ہماری عزت اور ہماری سربلندی اسلام سے وابستگی میں ہے۔ اور اسلام کے احکام کی پاسداری میں ہے۔ ہم جنت کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو اپنی قوم اپنی عورتوں کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنا ہوگا اور یہ حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اللہ کے بتائے ہوئے احکامات پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ غیور ہے۔ اور اس نے ہماری غیرت اور شرم کی حفاظت کے لئے یہ احکامات بھیجے ہیں۔ اہل جنت بے غیرت بزدل اور فاحش نہیں ہوتے اگر تم نے خود کو اہل جنت میں شامل کرنا ہے تو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا ہوگی اس میں خداوند تعالیٰ کی خوشنودی بھی ہے اور ہماری اپنی بقا وسلامتی کی ضمانت بھی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

حافظ شمس الرحمان اصلاحی
(ایڈووکیٹ)

اسلامی نظام بینکاری

جدید بینکنگ کی تاریخ:

زمانہ حال میں مہاجنی وساہوکاری کے پرانے طریقوں نے جدید بینکنگ کی شکل اختیار کرلی۔اس تنظیم نے قدیم صراف کی گدی پر دور جدید کے بینکر اور فینانشیر کو لا بٹھایا ہے۔مغربی ممالک میں اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے جب کاغذ کے نوٹ نہ چلتے تھے تو لوگ زیادہ تر اپنی دولت سونے کی شکل میں جمع کیا کرتے تھے اور اسے گھروں میں رکھنے کی بجائے حفاظت کی غرض سے سناروں کے پاس رکھوا دیتے تھے۔سنار ہر امانت دار کو اس کی امانت کی بقدر سونے کی رسید لکھ کر دیتا تھا جس میں تصریح ہوتی تھی کہ رسید دار کا اتنا سونا فلاں سنار کے پاس محفوظ ہے۔رفتہ رفتہ یہ رسیدیں خرید وفروخت اور قرضوں کی ادائیگی اور حسابات کے تصفیہ میں ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف منتقل ہونے لگیں۔لوگوں کے لئے یہ بات زیادہ آسان تھی کہ سونے کی رسید ایک دوسرے کو دے دیں بہ نسبت اس کے کہ ہر لین دین کے موقع پر سونا سنار سے نکلوایا جائے اور اس کے ذریعے سے کاروبار ہو۔اس لئے تمام کاروباری اغراض کے لئے یہ رسیدیں اصل سونے کی قائم مقام بنتی چلی گئیں اور اس امر کی نوبت بہت کم آنے لگی کہ کوئی شخص وہ سونا نکلوائے جو ایک رسید کے پیچھے سنار کے پاس محفوظ تھا۔اس کا موقع بس انہی ضرورتوں کیوقت پیش آتا تھا جب کسی کو بجائے خود سونے ہی کی ضرورت ہوتی ورنہ زرمبادلہ کی حیثیت سے جتنے کام سونے سے چلتے تھے وہ سب ان ہلکی پھلکی رسیدوں سے چل جایا کرتے تھے جن کا کسی کے پاس ہونا اس بات کی علامت تھا کہ وہ اس قدر سونے کا مالک ہے۔

اس تجربہ سے سناروں کو معلوم ہوا کہ جو سونا ان کے پاس لوگوں کی امانتوں کا جمع ہے اس کا بمشکل دسواں حصہ نکلوایا جاتا ہے' باقی نوے حصے ان کی تجوریوں میں بے کار پڑا رہتا ہے۔انہوں نے سوچا کہ ان نوے حصوں کو استعمال کیوں نہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے یہ سونا لوگوں کو قرض دے کر اس پر سود وصول کرنا شروع کردیا اور اسے اس طرح استعمال کرنے لگے کہ گویا وہ ان کی اپنی ملکیت ہے۔

حکومتوں نے ان سناروں کا' جو اب بینکر اور فیناشیر بن چکے ہیں یہ حق مان لیا کہ وہ نوٹ جاری کریں اور ان کے جاری کردہ نوٹ باقاعدہ زر کاغذی کی حیثیت سے کاروبار کی دنیا میں چلنے لگے۔یوں بینکاری کا جدید سودی نظام جاری ہوا اور اس نے پوری دنیا کے معاشی نظام کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔اس نظام کی روح ربا ہے۔

اسلام نظام بینکاری کا ارتقاء:

۱۹۷۵ء سے پہلے کئی عشروں تک اسلامی نظام بینکاری پر فکری سطحوں پر کام ہوتا رہا۔ اس کے بعد اس پر عملی کام کا آغاز ہوا' اس وقت بہت سے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں اسلامی نظام بینکاری کی ابتداء ہو چکی ہے اور بینکاری کو شرعی بنیادوں پر چلانے کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

دبئی کا اسلامی بینک اور اسلامی ترقیاتی بینک (IDB) اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ پاکستان' ایران اور سوڈان میں بھی مختلف سودی نظام کے تحت چلنے والی بینکوں کو غیر سودی بینکاری میں تبدیل کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔

مسلم کمرشل بینک پاکستان کا پہلا روایتی بینک ہے جس نے مختلف شاخوں میں غیر سودی کاؤنٹر کھولے ہیں اور اس کے ماہرین غیر سودی سرمایہ کاری کے منصوبے تجویز کر رہے ہیں۔ اسلامی بینک سرمایہ کاری کے ذریعہ منافع ملنے کے خلاف نہیں مگر اس بات کا خیال ضرور رکھتے ہیں کہ سرمایہ کاری جائز حدود کے اندر ہو اور حاصل شدہ منافع پہلے سے طے شدہ شرح سود کے مطابق نہ ہو بلکہ نفع نہ ہو بلکہ نفع اور نقصان کی شراکت کی بنیاد پر منافع کی تقسیم ہو۔ یہی وہ امتیازی وصف ہے جو اسلامی بینکوں کو دوسرے بینکوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ذیل میں ہم سرمایہ کاری کے ان طریقوں کا جائزہ لیں گے جو اسلامی بینک اپنے کاروبار میں استعمال کرتے ہیں۔

سرمایہ کاری کے آلات "Financial Instruments"

اسلامی بینک درجہ ذیل طریق کار کے مطابق سرمایہ کاری کرتے ہیں:

۱۔ **مضاربہ (Speculation)**

اس میں دو فریق ہوتے ہیں ایک ''رب المال'' جو سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق ''مضارب'' کہلاتا ہے جو کاروبار کرتا ہے اور حاصل شدہ منافع کو طے شدہ نسبت کے مطابق آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ اسلامی بینکوں میں بچت (Saving) اور فکسڈ ڈیپازٹ اسی مد میں کھولے جاتے ہیں' جس میں بینک ''مضارب'' اور کھاتہ دار ''رب المال'' ہوتا ہے۔

۲۔ **مشارکہ (Partnership)**

سرمایہ کاری کی دوسری قسم مشارکہ ہے۔ اسلامی بینکوں کو انہی دو نظاموں یعنی مضاربہ اور مشارکہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے کیونکہ یہی وہ دو بنیادی مدات ہیں جس میں اسلامی بنک کو زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کرنی چاہیے۔ اس قسم کے معاہدے میں دونوں فریق سرمایہ کاری کی کسی مد میں اپنا سرمایہ لگاتے ہیں اور منافع کو آپس میں طے شدہ شرح کے مطابق تقسیم کرتے ہیں اور نقصان کی صورت میں بقدر مال ذمہ دار ہوتے ہیں۔

۳۔ **مرابحہ (Mark up)**

یہ بھی سرمایہ کاری کی ایک قسم ہے۔ اسلامی بینک اپنا زیادہ تر سرمایہ اسی قسم میں لگاتے ہیں کیونکہ یہ مختصر مدت کے لئے ہوتا ہے اور منافع بخش بھی ہوتا ہے جیسے گاڑی وغیرہ کی خرید وفروخت۔

اس صورت میں اسلامی بینک کسی شخص سے مال مطلوب خرید کر نفع پر دے دیتا ہے۔ یہ بھی بیع کی ایک قسم ہے

۴۔ اجارہ (Leasing)

اجارہ میں اسلامی بینک اپنی ملکیت کی کوئی بھی چیز بحری جہاز یا مشینری وغیرہ کو کرایہ پر دے دیتا ہے۔ ایک متعین مدت تک اس سے سرمایہ وصول کرتا ہے۔

۵۔ بیع سلم

سرمایہ کاری کی اس قسم میں مستقبل کے مال مطلوب کی خرید وفروخت اور قیمت کا تعین کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک امور کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ مبیع معلوم اور متعین ہو۔ ۲۔ پیشگی وصول رقم معلوم اور متعین ہو۔

۳۔ قیمت فوری طور پر ادا کر دی گئی ہو اور اگر قیمت ادھار ہو تو بیع ناجائز اور کالعدم ہوگی

۴۔ دونوں چیزیں ایک ہی قبیل کی نہ ہو مثلاً گندم کے بدلے گندم وغیرہ

۶۔ عقد استصناع

عقد استصناع بیع سلم سے ملتی جلتی ایک قسم ہے۔ عقد استصناع سے مراد یکمشت پیشگی یا بروقت ادائیگی کر کے کسی کاریگر یا صنعتکار سے کوئی چیز بنوانا ہے۔ عقد استصناع کے ضروری احکام درج ذیل ہیں۔

۱۔ عقد استصناع میں قیمت پیشگی یا بروقت اور بعد میں دی جاسکتی ہے۔

۲۔ مال مطلوب متعین اور معلوم ہو۔

۳۔ اگر مال مطلوبہ دی گئی شرائط کے مطابق ہو تو آرڈر دینے والا اس کو قبول کرنے کا پابند ہے ورنہ نہیں۔

۷۔ بیع مؤجل

لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے "بیع مؤجل" سے مراد ادھار پر فروخت ہے۔ اس میں ادائیگی یکمشت بھی کی جاسکتی ہے اور اقساط میں بھی۔ اس قسم کی بیع کی شرائط ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

۱۔ قیمت پہلے سے متعین ہو اور اتنی زیادہ نہ ہو کہ غبن فاحش تک پہنچ جائے ایسی صورت سود کے مماثل ہوگی جس میں گاہک مجبور ہوگا۔

۲۔ یہ بھی طے ہو کہ بیع یکمشت کی جائے گی یا بالاقساط

حصول سرمایہ کے ذرائع:

اسلامی بینک بھی حصول سرمایہ کے لئے انہی ذرائع کا استعمال کرتی ہے جو روایتی بینک عموماً کرتے ہیں۔

۱۔ **جاری کھاتا (Current Account)**

اس کو عربی میں ''الحساب الجاری'' کہتے ہیں۔ کھاتہ دار صرف امانتاً مال جمع کرواتا ہے۔ اس پر کسی قسم کا کوئی سود نہیں ملتا اور کھاتہ دار یہ رقم کسی وقت بھی نکال سکتا ہے۔

۲۔ **بچت کھاتہ (Saving Account)** اس کو عربی میں ''حساب التوحین'' کہتے ہیں۔ اس مد میں لوگ اپنی بچت کے لئے رقوم جمع کرواتے ہیں اور وقت مقررہ سے پہلے رقم نکالنے کے مجاز نہیں ہوتے۔ بینک اور کھاتہ دار کے درمیان منافع کی نسبت شروع میں طے پاتی ہے۔

۳۔ **طویل مدت کے حسابات (Fix Term Deposit)**

اس کو عربی میں ''ودائع الثابۃ'' کہتے ہیں۔ اس میں کھاتہ دار لمبی مدت کے لئے رقوم جمع کرواتا ہے اور وقت مقررہ سے پہلے رقم نکالنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ بینک اس سرمایہ سے طویل عرصے تک سرمایہ کاری کرتے ہیں۔

۴۔ **خاص حسابات (Portfolio Account)**

اس نظام میں اسلامی بینک ایک خاص منصوبے (Project) کا تعین کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں سرمایہ کاری کی دعوت دیتے ہیں۔ اور منصوبے کی تکمیل پر منافع تقسیم کرتے ہیں۔

۵۔ **سروس چارج یا خدمت خلق:**

بینک اپنی خدمات کے عوض بھی کچھ منافع وصول کرتی ہے۔ جو اسلامی بینک عموماً انجام دیتی ہے۔ مثلاً رقوم کی ترسیل، تجارت کے سلسلے میں مشورہ وغیرہ۔

اسلامی بینکاری کی نمایاں خصوصیات:

۱۔ ایک سودی بینک کا تعلق اپنے کھاتہ دار کے ساتھ ایک دائن اور مدیون کا ہوتا ہے اور اپنے کھاتے دار کو طے شدہ شرح کے مطابق سود دیتا ہے، جبکہ اسلامی بینکاری میں کھاتہ دار اور مضارب کے درمیان تعلق ''رب المال'' اور ''مضارب جیسا ہوتا ہے۔

۲۔ سودی بینکوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ ان کا سرمایہ کون سے کاروبار میں استعمال ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں اسلامی بینک اپنا سرمایہ جائز کاروبار میں استعمال کرتی ہے۔

اسلامی بینک اور سودی بینکوں میں تعاون:

حرمت سود اور دیگر مالیاتی اداروں کو سود سے پاک بینکاری میں اب تک جو کوششیں ہوئی ہیں وہ قابل قدر

ہیں، ہمیں اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ مگر ابھی تک اسلامی بینک ابتدائی مرحلے میں ہیں اور بہت سارے معاملات میں ان کو روایتی بینکوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے بنیادی اصولوں کی قربانی دیئے بغیر ان میں تعاون کی ایک فضاء قائم کر دی جائے۔

روایتی بینک کے تمام تر معاملات سود پر مبنی نہیں ہوتے، کچھ معاملات ایسے بھی ہیں جو سود کی آلائش سے پاک ہیں جیسے صنعت میں بلاواسطہ شراکت کی مثالیں، جرمنی اور فرانس میں موجود ہیں۔

IMF اور ورلڈ بینک کے مقابلے میں IFC صنعت میں حصہ داری کی بنیاد پر قرض فراہم کرتی ہے۔ اس قسم کی سرگرمیوں جس کا سود سے کوئی تعلق نہ ہو، میں تعاون ہوسکتا ہے۔

یہ روایتی بینک ایسی خدمات بھی انجام دیتے ہیں جس میں سود کا کوئی دخل نہیں، ان میں بین الاقوامی کرنسیوں کا تبادلہ، زر کی ترسیل، قانونی رہنمائی وغیرہ۔ چونکہ اسلامی بینک ابھی ابتدائی مراحل میں ہیں اس لئے ان روایتی بینکوں سے تعاون حاصل کرنا چاہیے۔

شراکت اور لیزنگ یا دوسری ایسی معاشی سرگرمیاں جس میں سود شامل نہیں اور اسلام سے متصادم بھی نہیں۔ ان امور میں تعاون ممکن ہے اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں۔ اِن سے اسلامی ممالک اور خود مغربی ممالک بھی معاشی فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۶ سے)

مولانا نے سمجھایا کہ بیرونی رنگ جیسے نور کے بغیر محسوس نہیں ہوتا اسی طرح اندرونی نور کو بھی یقین کرو کہ نور ہی کے توسط سے نظر آتا ہے، بیرونی رنگ جیسے آفتاب کے نور سے نظر آتا ہے اسی طرح اندرونی رنگ کو غیبی نور کے توسط سے آدمی پاتا ہے فرمایا ۔

کوزنور عقل وحس پاک وجداست ایں بروں از آفتابے ور سہاست

گویا دل کا نور، خود بالذات نور نہیں ہے بلکہ نورِ خدا کے سرچشمہ سے اس کا تعلق ہے یہ نورِ خدا نہ حواس کی گرفت میں آتا ہے اور نہ عقل کی، مثال مولانا نے دی۔ ۔ جاں ز پیدائی ونز دیکست گم“

اسی طرح نورِ حق بھی اپنی پیدائی اور نزدیک کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا۔ نورِ حق کے سوا انوار ہیں چوں کہ ان کی ضد تاریکی ہے اور ضد کا احساس اسکی ضد کے احساس سے ہوتا ہے خوشدلی کا احساس رنج دلی میں گرفتار ہونے کے بعد ہوتا ہے لیکن نورِ حق کا چوں کہ ضد نہیں ہے اسلئے اسکو کیسے محسوس کرایا جائے۔ ”چوں کہ حق را نیست ضد پنہاں بود“ اور یہی مطلب حضرت والا کے اس شعر کا ہے۔

نورِ حق را نیست ضِدّ ے در وجود تا بضدا اُورا تواں پیدا نمود

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم حقانیہ کا ریلیف سنٹر ملک میں انتہائی تباہ کن زلزلہ کے متاثرین کی امداد کے لئے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے دارالعلوم میں حقانیہ ریلیف سنٹر قائم کیا' بزرگ اساتذہ کرام اور ناظمین نے خود ضلع نوشہرہ اور اطراف میں جا کر لوگوں کو امدادی سامان جمع کرنے کی ترغیب دی اور اسی دن سے اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے جو جو سامان جمع ہوجاتا ہے اسے دارالعلوم کے اساتذہ اور فضلاء کی نگرانی میں متاثرہ لوگوں تک پہونچا دیا جاتا ہے خود مولانا سمیع الحق صاحب نے زلزلہ کے فوراً بعد بالاکوٹ' مانسہرہ' بٹگرام' ایبٹ آباد' وغیرہ کا دورہ کیا اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کوششوں میں مصروف ہیں اس کے ساتھ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں فضلاء طلباء اور جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کو ملک میں ریلیف کے کاموں کی تلقین کی ہے زلزلہ کے فوراً بعد مولانا سمیع الحق نے اخبارات اور ٹی وی' چینلوں کے ذریعہ زلزلہ زدگان کے لئے دارالعلوم حقانیہ اور ملک کے دیگر ہزاروں مدارس کے عمارتوں میں پناہ دینے اور انہیں سہارا دینے کی پیشکش کی جسے دنیا میں بے حد سراہا گیا۔

سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد دارالعلوم میں مختلف وفود کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے اسی سلسلے میں امریکی سفارت خانے کے پولیٹکل سفارتکار کینٹ میری اور پشاور قونصلیٹ کے مسٹر گوتھم اور جناب شہریار خان صاحب دارالعلوم آئے' انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور ایڈیٹر ''الحق'' مولانا راشد الحق سے بین الاقوامی حالات پر تبادلہ خیال اور دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا۔ اسی طرح ایرانی قونصلر جنرل نے بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے بہنوئی کی وفات پر تعزیت اور ملکی اور عالمی صورتحال پر تفصیلی ملاقات کی۔

فتاویٰ حقانیہ کی تیسری اشاعت دارالعلوم کے فتاویٰ کا چھ جلدوں پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ حقانیہ نایاب ہوگیا تھا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے انٹرویوز کا مجموعہ ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کا نیا ایڈیشن بھی بعض اضافوں کے ساتھ شائع ہوگیا ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل دارالعلوم اور جمعیت علماء اسلام کے نہایت سرگرم اور مخلص الحاج بشیر احمد زرگر کوٹ ادو کی اہلیہ محترمہ ۹/ رمضان جمعۃ المبارک انتقال فرماگئیں۔ مرحومہ عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ پسماندگان میں چھ لڑکیاں اور محمد احمد مکی جیسا سرگرم مخلص بیٹا چھوڑا۔ ادارہ ان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

محترم سراج الاسلام صاحب کیلئے دعائے صحت کی اپیل صوبہ سرحد اور اکوڑہ خٹک کے نامور شاعر اور ادیب اور ماہنامہ ''الحق'' کے خصوصی معاون جناب سراج الاسلام صاحب ان دنوں علیل ہیں' ان کیلئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: ذکر ذکریا مرتب: مولانا فیروز اختر ندوی ضخامت : ۵۸۲

قیمت: ۔درج نہیں ناشر: مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ بھارت

برکۃ العصر ریحانۃ الہند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کا ذکر آتے ہی ذہن میں اس عظیم عبقری شخصیت کا تصور ابھرتا ہے، جنہوں نے ایک عرصے تک سہارنپور کے مسند حدیث کو آباد رکھا تھا۔اور اسی طرح تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔جس کا ایک عالم گرویدہ ہے، بعد ازاں آپ نے دیار حبیب کو اپنا ملجأ و ماویٰ بنایا اور وہاں آپ کی علمی رونقیں بہار افشاں رہیں، تا آنکہ جنت البقیع میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورینؓ کے پہلو میں آپ کو آخری آرامگاہ نصیب ہوئی۔آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے حالات زندگی اور سوانح حیات و دیگر علمی کارناموں پر کئی کتابیں مختصر و ضخیم معرضِ وجود میں آئیں جس میں ماہنامہ ''الفرقان'' کی خصوصی اشاعت کو گوئے سبقت حاصل ہے۔

زیر تبصرہ ضخیم کتاب درحقیقت ان مقالات کا مجموعہ ہے جو دوروزہ بین الاقوامی مذاکرہ علمی بعنوان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنیؒ میں پیش کئے گئے تھے۔چنانچہ ان مقالات کے جامع و مرتب مولانا فیروز اختر ندوی حرفِ آغاز میں فرماتے ہیں:

''سیمینار میں پیش کئے گئے مقالات کی وقعت اور اہمیت کے پیش نظر اسی وقت فیصلہ کیا گیا تھا کہ مقالات کا مجموعہ کتابی شکل میں جلد از جلد شائع کیا جائے گا۔تاکہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی علمی و دینی خدمات و کمالات کا جو حسین مرقع مقالات کی شکل میں سامنے آیا ہے وہ دستاویزی طور پر یکجا محفوظ ہو جائے اور اہل علم کے لئے ایک گراں قدر علمی تحفہ ہو۔مقالات کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، شروع میں سیمینار سے متعلق چند مضامین ہیں، جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ اور مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی للبحوث والدراسات اسلامیہ کا تعارف بھی اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔جس کے تحت یہ عظیم الشان سیمینار منعقد ہوا تھا۔مقالات کی ترتیب میں موضوعات کا لحاظ کیا گیا ہے بعض مقالات طویل تھے اختصار کی غرض سے ان کے بعض اجزاء اور لمبے لمبے اقتباسات حذف کئے گئے تاہم اس کا خیال رکھا گیا کہ مضامین کے تسلسل میں کوئی فرق نہ آئے۔اسی طرح بعض اہل علم کی بعض آراء سے مجلس منتظمہ برائے مذاکرہ علمی کا اتفاق کرنا مشکل تھا۔ایسی جگہوں پر حاشیہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان سیمینار کے داعی حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس عظیم سیمینار کا انعقاد فرمایا۔اور انہی کی شبانہ روز کاوشوں اور جہد مسلسل کی وجہ سے یہ بہترین کتاب منصۂ شہود پر آئی۔

نام کتاب: مقدمہ تدوین فقہ مصنف: علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ ضخامت: ۲۵۶
قیمت: ۔درج نہیں ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ کتاب برصغیر کی مشہور علمی شخصیت اور ممتاز اہل قلم حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً دہلی کے معروف علمی پرچے ''البرہان'' جنوری ۱۹۴۵ء سے ستمبر تک شائع ہوتے رہے اوراس سے قبل حیدرآباد کے مجلّہ علمیہ میں شائع ہوئے۔ جناب سید ابوالخیر مودودی کی یہ رائے تھی کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں محفوظ کرلینا چاہیے۔گیلانی صاحب اور سید ابوالخیر مودودی صاحب کے درمیان خط وکتابت بھی ہوئی چنانچہ گیلانی صاحبؒ نے ان مضامین پر نظر ثانی کر کے انہیں سید ابوالخیر مودودی کے پاس بھجوا دیا چنانچہ یہ کتاب پھر مولانا حافظ عبدالرشید صاحب کی کاوشوں کی وجہ سے منصۂ شہود پر آ گئی۔اب اسکو المیزان ناشران کتب نے شائع کی ہے۔تدوین فقہ ایک اہم اور مستقل موضوع ہے۔اسکا پس منظر تاریخی ارتقاء اوراسی طرح اس کے متعلق دیگر عنوانات پر مشتمل درجنوں کتابیں موجود ہیں۔لیکن حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کے قلم میں اللہ تعالیٰ نے جو تاثیر ودیعت فرمائی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے مقدمہ تدوین فقہ میں آپ نے اس موضوع پر جو تحقیق کی ہے اور جس عرقریزی سے کام لیا ہے' اس پر مزید لکھنا یا کچھ اضافہ کرنا کارے دارد کا مصداق ہے آجکل جو فقہ کے معترضین ہیں۔اس کتاب کے مطالعہ سے انشاءاللہ ان کی تشفی وتسلی ہوگی۔

نام کتاب: والدین کی قدر کیجئے تالیف: مولانا محمد حنیف عبدالمجید ضخامت: ۴۵۰ صفحات
قیمت: ۔درج نہیں ناشر: دارالھدیٰ شاہ زیب ٹیرس نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کی اطاعت فرمانبرداری کی جابجا تاکید فرمائی ہے' چنانچہ فرماتے ہیں۔
وقضی ربک ان لاتعبدوا الاایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلاتقل لھما اف ولاتنھرھما۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد جس حکم کی طرف متوجہ کیا ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیاً وبالوالدین احسانا۔ زیر نظر کتاب ''والدین کی قدر کیجئے'' اس حکم کی دلنشین اور دلآویز تشریح ہے چونکہ آج کل اولاد کا رویہ اپنے والدین کے ساتھ غیر مناسب ہوتا جارہا ہے اوران کی دلآزاری کے واقعات اولاد کی طرف سے عام ہیں۔اس لئے ضرورت اس بات کی تھی' کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں والدین جیسی نعمت کی عظمت واحترام ان کی عزت وتکریم کی طرف توجہ دی جائے چنانچہ فاضل مؤلف نے یہ اہم فریضہ بخوبی نبھایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس عظیم کاوش پر جزائے خیر سے نوازیں۔کتاب کے آخر میں مؤلف نے تمام حوالہ جات دیئے ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اس خوبصورت کتاب کی تالیف میں کس قدر جانفشانی سے کام لیا ہے' معنوی حسن کیساتھ ساتھ کتاب ظاہری خوبصورتی اور دیدہ زیبی سے مالامال ہے۔مضبوط جلد اعلیٰ کاغذ اور بہترین کمپوزنگ نے کتاب کی قدرومنزلت میں مزید اضافہ کیا ہے۔

اسلامی ادب کا حسین شاہکار دل موہ لینے والی تحریروں کے ساتھ

ماہنامہ

حیا ڈائجسٹ کراچی

خواتین کیلئے اسلامی، اصلاحی اور علمی ماہنامہ

تازہ شمارہ مارکیٹ میں دستیاب ہے

سرپرست

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

مجلس مشاورت

- ★ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- ★ مولانا محمد حسن جان مدنی
- ★ مفتی غلام الرحمٰن
- ★ مولانا نصیب علی شاہ
- ★ علامہ عبدالرشید غازی
- ★ مفتی معتز باللہ
- ★ مفتی محمد طارق
- ★ مولانا عبدالستار (ربانی فہم دین کورس)
- ★ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
- ★ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی
- ★ مولانا محمد یحییٰ مدنی
- ★ مولانا محمد اسلم شیخوپوری
- ★ حاجی محمد حسین
- ★ مولانا اسد اللہ عباسی
- ★ مولانا امین الحق (باغ آزاد کشمیر)
- ★ طارق اسماعیل ساگر

خوشخبری

حیا ڈائجسٹ ماہ رمضان المبارک کے حوالے سے ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے

تقریباً ۴۰۰ صفحات کی ضخامت کا یہ شمارہ "رمضان المبارک نمبر" ہوگا

انشاء اللہ یہ نمبر ۲۰ شعبان (۲۵ ستمبر) تک شائع ہوکر منظر عام پر آجائے گا۔

اہل قلم خصوصاً خواتین سے گذارش ہے کہ وہ اپنی نگارشات ۵ شعبان (۱۰ ستمبر) تک ارسال فرمائیں

کاروباری حضرات اس خاص نمبر میں اشتہار دے کر اپنی کاروبار کو فروغ دیں

رابطہ کے لیے

ہیڈ آفس: 62/E-6 الیون کمرشل اسٹریٹ ڈیفنس فیز II کراچی ای میل hayadigest@hotmail.com hayadigest@yahoo.com

فون کراچی: 021-5395405 فیکس: 021-5395406 موبائل: 0333-2133517، 0300-3663860

لاہور 0300-4257484 اسلام آباد: 0300-5129087 کوئٹہ: 0300-2337587 سوات: 0333-9483370

اندرونِ از طعام خالی دار تا بینی

نُورِ معرفت

رُوحِ رمضان یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اندرون (شکم) کو خالی رکھے تاکہ فکر و نظر اور قلب و ضمیر اللہ تعالیٰ کی پہچان کے نور سے مُنوّر رہیں۔ تکثیرِ عبادت کے لیے تقلیلِ غذا ضروری ہے۔ اس سے روحانی صحت حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی۔ بلندیٔ فکر یہ ہے کہ ماہِ برکات و مقدّس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ رہے۔ اپنی ذات کی نفی سے خدمت کا اعلا مرتبہ و مقام حاصل ہو جاتا ہے اور پھر درجاتِ انسانی معراج پاتے ہیں۔

مدینۃ الحکمہ کے باغِ ہمدرد میں کاشت کردہ نباتات سے تیار شدہ "تن سُکھ" صحت اور توانائی کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

افطار: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ پانی میں ملا کر افطار کیجیے۔ خوش ذائقہ اور لطیف تن سُکھ ایک بہترین افطاری ہے۔

سحر: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ دودھ یا پانی میں ملا کر نوشِ جاں کیجیے۔

تن سُکھ

توانائی کا ایک لطیف ذریعہ

ہمدرد

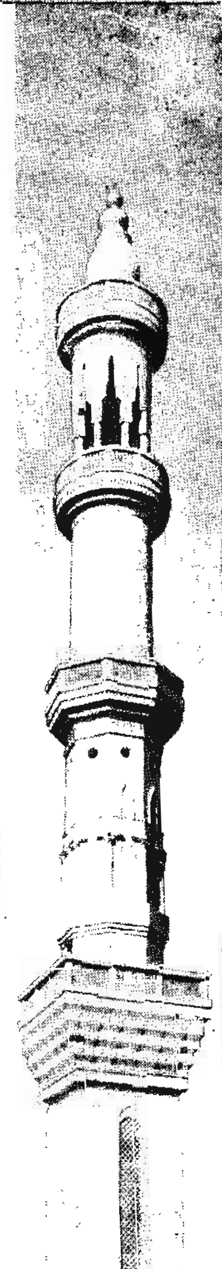

ہمدرد نے عالمی مشروب رُوح افزا اور تن سُکھ بنایا

حق تعالیٰ جلّ شانہٗ پاکستان کو مستحکم و دائم فرمائیں۔ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائیں۔

آپ کا ہمدرد — ملک و ملّت کا ہمدرد — پاکستان کا ہمدرد

مدینۃ الحکمہ

تعلیم

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-HTS-14/97(R)

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰